پانچ چھ برس کی عمر تک کے لیے بتائے ہین، اسی رسالہ کو "بچون کی دیکھ بھال" کے نام سے چھوٹی تقطیع کے ۴۶ صفحون مین شائع کیا ہے، قیمت ۸ر

المصباح، علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی متوفی ۸۵۳ھ کا ایک رسالہ "تجرید التوحید" ہے، جس مین اسلام کے مسائلِ توحید کو شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے، جناب مولنا محمد صاحب بہاری نے اسی رسالہ کا اردو ترجمہ "المصباح" کے نام سے شائع کیا ہے، ترجمہ صاف سلیس اور روان ہے، لیکن افسوس ہے کہ جناب مترجم نے رسالہ کے بعض مکرر مضامین حذف کردیئے ہین جس سے اگرچہ نفس مطلب اور مفہوم مین کوئی کمی پیدا نہین ہوئی، لیکن اس سے اصل رسالہ ناقص رہ گیا ہے، ضخامت ۴۴ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ خاصہ ہے، قیمت ۳ر پتہ: منیجر صاحب کشکول بک ایجنسی ڈاکخانہ مہندو پٹنہ،

سیرۃ ازواج النبی حصہ اوّل، مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف صاحب دانا پوری نے امہات المومنین کے مختصر سوانح حالات مرتب کرنا شروع کئے ہین جس کا پہلا حصہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے مختصر سوانحِ زندگی کے متعلق شائع ہوا ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۲ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے، قیمت ۳ر پتہ:- جناب عبد الرشید خانصاحب مالک کمالی پریس نمبر پ/۲ اسمٰعیل مدرلین کلکتہ،

نفحۂ عنبریہ، جناب مولانا عبد الشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ نے اس نام سے آنحضرت صلعم کے احوال مبارکہ مین ایک مختصر کتاب لکھی ہے، جسمین اختصار کے ساتھ تمام حالات پیدائش سے وفات تک مع غزوات کے سب آ گئے ہین، یہ مختصر رسالہ اس لائق ہے کہ عورتون اور بچون اور عام مسلمانون کے مطالعہ مین رہے، قیمت غالباً ۸ر پتہ: دفتر النجم پاٹانالہ لکھنؤ

وید کیا چیز ہے، پنڈت سیتہ دیوجی کا یہ رسالہ بھی ویدک تحقیقات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہی اس مین وید کے لفظ کی کیا تعریف ہے؟ وید کے لفظ کی کیا حقیقت ہے؟ ویدون کے بنانے والے کون ہین؟ وید کہان سے نکلے؟ وید کیون لکھے گئے؟ وید کیا فائدہ ہے؟ وید کے دیوتا کہان رہتے ہین؟ وغیرہ سوالات کے جوابات ہندو ونکی مستند کتابون سے دیئے گئے ہین اور اختلافات کا اظہار دکھایا گیا ہے، قیمت درج نہین، پتہ:- دفتر دھرم دیواکر، کاشی بنارس،

مجلد نوزدہم	ماہ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۷ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

دار المصنفین کی رکنیت کی جو تجویز ملک کے شائقینِ علم کی خدمت مین پیش کیگئی تھی، بحمد اللہ کہ وہ مقبول ہوئی اس وقت ہندوستان کے مختلف صوبون سے جن ارکان کی درخواست مع زرِ رکنیت موصول ہوچکی ہے، انکی تعداد آج ۱۵ فروری تک ۶۵ ہے، جنکی صوبہ وار تقسیم حسب ذیل ہے،

صوبہ بہار ۲۲، صوبہ متحدہ ۱۳، پنجاب ۹، بمبئی، بنگال، ، دہلی ۴، مدراس ۲، حیدرآباد دکن ۲، بھوپال ۲، برما ۱، سنگاپور ۱،

جنکی درخواستین آئی ہین لیکن روپیے ابھی وصول نہین ہوئے ہین، انکی تعداد الگ ہے،

صوبۂ بہار کے اس نمایان امتیاز کا سبب مولوی حسن امام صاحب وارثی رئیس گیا کی مخلصانہ امدادے اس فہرست کو دیکھکر سب سے زیادہ تعجب ہمین زندہ دل پنجاب اور قدردانِ علم دکن پر آیا دکن کے متعلق تو بہر حال ہمین اطلاع ملی ہے کہ بعض ہمدردانِ دار المصنفین اس تحریک کو کامیاب بنا رہے ہین، اور آخرِ فروری تک کم از کم ۵۰ ارکان کی یکمشت اعانت حاصل ہوگی، مگر ابھی تک پنجاب کی طرف سے کوئی نویدِ بشارت نہین آئی، حالانکہ اردو مطبوعات کی سب سے بڑی قدرشناس آبادی اسی ملک مین بستی ہے، اور وہی اردو کی آج سب سے بڑی منڈی ہے، پنجاب کے زندہ دلو! کچھ ہماری زندہ دلی کا بھی سامان کرو،

دار المصنفین کی یہ تحریک ڈیڑھ مہینے سے قوم کے سامنے ہے، صرف ... ایسے ارکان کا مطالبہ تھا، جو سالانہ بیس روپیے ادا کرین، ہماری چیخ پکار اور تمام اسلامی اخبارات کی متفقہ تائید کے بعد بھی پورے ملک مین

پانچ سو اردو کے ایسے شائقین ہم نہ پہنچین جو اپنی زبان کی اعلی اور سنجیدہ تالیفات و تراجم کے مستقل خریدار ہونے کی ہمت کرین، تو کیا یہ خبر اردو کی ترقی کے علمی جد و جہد کرنے والون کے لیے ہمت افزا ہوگی یا ہمت شکن؟ ہم چیخ رہے ہین، چلا رہے ہین کہ ہندو اردو کو مٹا رہے ہین، لیکن غور کیجئے کہ آپ خود کیا کر رہے ہین،

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند

سعدی از دستِ خویشتن فریاد

اردو کا کوئی ایک رسالہ بھی بتایئے جسکی اشاعت دو ہزار سے آگے ہو، پھر ہندی رسالون کی اشاعت کی کثرت کو دیکھئے، مالی سرمایہ کی طرف سے اطمینان ہو تو آگے نئے نئے ابواب، زیب و آرائش کیلئے صرف دائی کوششین مضمون نگارون کے انعامات، اچھے اصحابِ قلم کو معاوضہ دیکر مضامین کے حصول کی صورتین پیدا ہون، یہی حال کتابون کا ہے، ہزار ڈیڑھ ہزار کی تعداد کی کتابین بھی سالہا سال بک ڈپو کی الماریون کی چھاتی پر سل بنی رہتی ہین، مگر یہ سرمایہ جب تک دوبارہ نقد کی شکل مین ہاتھ نہ آئے، کوئی دوسری کتاب کیونکر مطبع مین بھیجی جائے، یہی سبب ہے کہ اردو مین کتابین نسبۃً کم شائع ہوتی ہین،

اس سلسلہ مین ہم کو ملک کے سیاسی خود اختیاری نظامات سے بھی کافی شکایت ہے، ہندی مطبوعات کی کثرتِ اشاعت کا جہان کوئی اور سبب بھی ہے، وہان سب سے بڑی وجہ اونکی ڈسٹرکٹ بورڈون اور میونسپلٹیون اور تعلیمی صیغون کا تعصب بھی ہے، اگر یہ چیز خود ہمارے مشاہدہ اور تجربہ مین نہ ہوتی تو ہم کبھی یہ حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے، ہر ضلع کی میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ اور صیغۂ تعلیم کی طرف سے کم از کم سیکڑون کی تعداد مین مکتبون، پاٹ شالاؤن، لائبریریون اور اسکولون کے لیے رسالے خریدے جاتے ہین، مگر یہ فیض کمتر کسی اردو رسالہ کی قسمت مین آتا ہے، اب اگر صرف یوپی (مع اودھ) کے ۴۷ ضلعون کا حساب لگایئے تو

مجموعی میزان کہان تک پہنچتی ہے؟

غالبًا دسمبر ۱۹۱۶ء کی بات ہے، کہ میری اور مولوی عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی کی طرف سے ایک اردو انسائیکلوپیڈیا کی تجویز اخبارات مین پیش ہوئی تھی، اور اس کے مضامین اور ترتیب اور علوم کے شعبون کی تقسیم، اور ہر شعبہ کے لیے ایک ذمہ دار ماہر صاحب قلم کا انتخاب سب کچھ ہوا تھا، اور یقین ہو گیا تھا کہ جنوری ۱۷ء سے کام کا بھی آغاز ہو جائے گا، مگر ع جز کٹ گئی نخل آرزو کی، یعنی یہ ساری بلند پروازیان صرف اس بھروسہ پر تھین کہ جناب راجہ صاحب محمود آباد نے از خود اسکی سرپرستی فرمائی تھی، اور خود اپنی طرف سے اس کام کے لیے ایک لاکھ کا وعدہ فرمایا تھا جب سال بدل گیا، اور دسمبر کی لکھنؤ کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس ختم ہو گئے تو پھر راجہ صاحب نے ایک حرف بھی اس کے متعلق سننا پسند نہ کیا، اور اخبارات مین ان خیالی تجویزون کا الزام ہم غریبون کے سر رہ گیا،

اب جب سے مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کا شور وغل ہوا ہے، اردو انسائیکلوپیڈیا کا نام بھی زبانون پر آنے لگا، ایک سال سے زیادہ ہوا لاہور سے ایک صاحب نے "ادب عربی" پر ایک مضمون مجھ سے اس غرض کے لیے طلب کیا تھا کہ وہان کوئی اردو انسائیکلوپیڈیا ترتیب دی جارہی ہے، جس مین عربی ادب کی ذمہ داری مجھے سپرد کیگئی ہے، مین نے معذرت کی پھر اوس کے متعلق کوئی آواز سنائی نہ دی، اور نہ یہ معلوم ہوا کہ اس پردہ کے پیچھے کوئی حقیقت بھی تھی؟

پچھلے پرچہ مین ڈاکٹر کیتکر چیف اڈیٹر مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کے خط کا ذکر آچکا ہے، وہ خط حسب ذیل ہے:-

"مائی ڈیر مولوی صاحب

میرے ایک دوست نے مجھے آپ کا نام بتایا تھا، لیکن جس پرزہ کاغذ پر مین نے اسے لکھا تھا وہ گم ہو گیا، اسلیے مین آپ کو آپ کے دفتری لقب سے لکھ رہا ہون، میرے ان دوست نے مجھے بتایا تھا کہ رسول اللہ ؐ کے متعلق جس عبارت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیگئی ہے اس کے آغاز کا فخر جناب کو حاصل ہے، آپنے اخبارات مین پڑھا ہوگا کہ آپ اپنے مقصد مین کامیاب ہو گئے ہین اور مین نے وہ صفحات چوتھی جلد سے نکال دیے ہین؛

مجھے اس سلسلہ مین آپ سے ذرا بھی شکایت نہین ہے، آپنے اضطرارًا میرے ساتھ بھلائی کی ہے، یعنی جب سے یہ صدائے احتجاج بلند کیگئی ہے اور مقامی مسلمانون نے اس مین حصہ لینا شروع کیا ہے، میرے بہت سے مسلمان دوست پیدا ہو گئے ہین، مین نے آپکے متعلق بہت کچھ سنا ہے کہ آپ ایک پکے محب زبان ہین اور اردو کی ترقی مین آپنے بہت کچھ خدمات انجام دی ہین، مین چاہتا ہون کہ ان تمام اصحاب سے جنھون نے اپنی مادری زبانون کی ترقی اپنا مقصد حیات قرار دے رکھا ہے تعارف حاصل کرون کہ بارہ برسون سے مین بھی اسی ایک مقصد کی تکمیل مین مشغول ہون،

اب جبکہ مرہٹی انسائیکلوپیڈیا تقریبًا ختم ہو چکی ہے، مین چاہتا ہون کہ ہندوستان کی تمام زبانون مین اس کا ترجمہ ہو جائے، ہر شخص کو اپنی زبان کے ذریعہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنا چاہیے، اور میری تمنا ہے کہ اس کے حصول کے لیے جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکے وہ کرون، مین مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کے گجراتی اور ہندی تراجم کا انتظام کر رہا ہون اور اگر آپ اردو مین انسائیکلوپیڈیا تیار کرنا چاہین تو مین نہایت خوشی سے اپنے تجربات آپ کی خدمت مین پیش کرون گا، میری یہ خدمات صرف آپ ہی تک محدود نہین ہین بلکہ جو کوئی اردو نویس جماعت

بھی اس کام کا بیڑا اٹھائے اس کے لیے بھی ہے، مجھے اُمید ہے کہ آپ اس سے اپنے ناظرین کو بھی مطلع کر دینگے، تاکہ کچھ نہ کچھ ابتدا تو ہو ہی جائے، اور ایک جماعت اس کے لیے بنائی جائے، براے عنایت اپنے ناظرین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر مین ڈیڑھ برس کے اندر اندر یہ نہ دیکھ لون کہ اردو انسائیکلو پیڈیا کی تیاری کا بندوبست ہو رہا ہے تو مین خود اس کام کو شروع کر دونگا، اس سے میرا مقصد محض یہ ہے کہ کوئی زبان بھی بلا انسائیکلو پیڈیا کے نہ رہجائے،

۱/۲۷ ہم

اس خط سے ظاہر ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب اردو والون کو دھمکی دے رہے ہین کہ اگر ڈیڑھ برس کے اندر آپ لوگون نے اردو انسائیکلو پیڈیا کا کام شروع نہ کر دیا تو پھر وہ اس کو اپنے ہاتھ مین لے لینگے، اور اپنی مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کا ترجمہ اردو مین شروع کر دینگے، ہر زبان اپنے بولنے والون کے خصوصیات کی جامع ہوتی ہے، مرہٹہ قوم کی انسائیکلو پیڈیا، اردو بولنے والے ہندوٴن اور مسلمانون کے لیے تمامتر کارآمد نہین ہو سکتی، اسلیے یہ سوال اس وقت قابلِ غور ہو گیا ہے،

ہم دوبارہ کسی امیر کبیر کے خزانہ کا لالچ کر کے اردو انسائیکلو پیڈیا کا کام شروع کرنا نہین چاہتے، بلکہ جمہور کے بھروسہ پر اس کام کو کرنا چاہتے ہین، مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کا کام غالبًا تجارتی اصول پر کیا گیا ہے، یعنی حصہ دارون کے ذریعہ سے فی حصہ رقم معینہ وصول کر کے کل سرمایہ سے اسکو انجام تک پہنچایا گیا، اگر اردو مین بھی اسی طرح یہ کام انجام دیا جائے تو کیسا ہے، اس مین ہندو مسلمان دونون قومون کے اردو اہل قلم کی کوششین شروع ہونگی، امید ہے کہ اہل نظر اور اس کام سے دلچسپی رکھنے والے ہندو مسلمان اصحاب اپنے خیالات سے مستفید فرمائین گے،

اس ذیل مین مولوی عبدالحق صاحب بی اے (اورنگ آباد) ڈاکٹر سر محمد اقبال، شیخ عبدالقادر صاحب بی اے (لاہور) مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی، مولوی ظفر علی خان صاحب، پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی (علی گڈہ) پنڈت منوہر لال صاحب زتشی، پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، مولانا عبدالباری صاحب ندوی، مولانا نیاز فتحپوری، منشی پریم چند، منشی دیا نراین صاحب نگم (زمانہ) پروفیسر منظور محمد ہادی صاحب رسوا، ڈاکٹر بدل الرحمن صاحب (لکھنو) پروفیسر نامی صاحب (الہ آباد) سے خصوصیت کے ساتھ التفات و توجہ کی درخواست ہے،

سیرۃ النبی ؐ

اب تک اس کتاب کے تین حصے شائع ہو چکے ہین اور تین حصے اور باقی ہین، پہلے حصے مین ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات ہین اور ابتدا مین ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین سیرۃ کی کتابون پر تنقید کیگئی ہے، اور انکی خصوصیات بتائی گئی ہین، اسی مقدمہ مین آپکے سوانح کے متعلق اور بھی چند اہم اور اصولی مباحث مذکور ہین دوسرے حصہ مین آپکی وفات تک آپکے اخلاق و عادات و اعمال و عبادات وغیرہ کا مفصل بیان ہے، اور یہ حصہ تمامتر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے، تیسرے حصہ مین آپکے معجزات و خصائص نبوت پر بحث ہے، اسمین سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد اصولی بحثین کیگئی ہین، پھر ان معجزات کی تفصیل ہے جو بروایت صحیحہ ثابت ہین، اسکے بعد ان معجزات کے متعلق غلط روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، قیمت باختلاف کاغذ، حصہ اول تقطیع خورد ۶؎ ولعہ، حصہ دویم تقطیع کلان ۱۲؎، حصہ دویم تقطیع خورد ۵؎ روپیہ، حصہ سویم تقطیع کلان عہ روپے،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

مقالات

کیا مسلمان حکما صرف فلسفۂ ارسطو کے خوشہ چین تھے؟

(اڈیٹر معارف کا یہ مضمون حیدرآباد کے نئے انگریزی رسالہ "اسلامک کلچر" کے جنوری نمبر مین شائع ہوا ہے)

عام طور سے مشہور ہے کہ مسلمان ارسطو کے فلسفہ کے سراسر مقلد تھے، اور اس کے سوا دوسرے فلسفی اسکولون سے محض ناواقف تھے، یہان تک کہ ایک یورپین تاریخ نگارِ فلسفہ کو یہ کہنا پڑا، کہ "مسلمان ارسطو کی گاڑی کے قلی تھے"، ہمارے استاذِ معظم علامہ شبلی نعمانی نے ۱۳۲۳ھ کے الندوہ نمبر ۲ "فلسفۂ یونان اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جسکی تمہید مین انھون نے اس اعتراض کا مختصر جواب دیا تھا، مگر اس وقت سے آج تک متعدد غیر مطبوع کتابین طبع ہو گئی ہین اور بہت سے نئے مواد سامنے آ گئے ہین، اسلیے ضرورت ہے کہ اب اس سوال پر دوبارہ تنقیدی نظر ڈالی جائے،

اسلامی فلسفہ کی تاریخ پر جنکی نظر ہے وہ جانتے ہین کہ اسلام کا تعارف فلسفہ کے ساتھ اس وقت ہوا جب شام کے بعد مصر فتح ہوا، مصر مین اسکندریہ مسیحی یونانی علوم کا مرکز تھا، اور وہ نہ صرف مصر بلکہ مشرق مین ارسطو کے فلسفہ کے متعدد شارحون کا مسکن تھا، امیر معاویہؓ نے ان یونانی علوم مین سے صرف طب کی سرپرستی کی، مگر ان کے پوتے خالد نے طب کے ساتھ کیمسٹری کو بھی ملا لیا، اموی دورِ حکومت تک یونانی علوم مین سے

انھین دو کو تعجاے عربی در بڑکر نانصیب ہوا، ۱۳۲ھ مین جب دولت عباسیہ کی بنیاد پڑی تو آہستہ آہستہ دوسرے یونانی علوم کی طرف بھی توجہ ہوئی، یہان تک کہ ساتوین عباسی فرمانروا المامون نے اس قطرہ کو سمندر کر دیا،

چونکہ یونان، روم اور مصر مین جہان جہان فلسفہ کا چرچا تھا ایک مدت سے ارسطو ہی کا فلسفہ چھایا ہوا تھا، اور عیسائی متکلمین نے اسی کو اپنے لیے مناسب حال پا کر اسکی اشاعت کی تھی اور مسلمانون مین انھین کے ذریعہ سے فلسفہ کا رواج ہوا، اسلیے غیر طبعی امر نہ تھا کہ ارسطو کا فلسفہ مسلمانون مین اس کثرت سے پڑھا گیا اور اس پر کتابین لکھی گئین کہ متاخرین کو ارسطو کے علاوہ شاید کسی اور یونانی فلسفی کا نام بھی معلوم نہ ہوا، اس سے زیادہ بدبختی یہ ہوئی کہ مسلمانون مین **ابن سینا** جیسا فصیح زبان اور شارح اس کو مشرق مین، اور **ابن رشد** جیسا عالی دماغ اور بلند نظر شارح اس کو مغرب مین مل گیا، جسکی آواز بازگشت سے دنیائے اسلام کا مشرق و مغرب دونون گونج اٹھا،

مگر آؤ دل کے کان سے سنین کہ اس دہل بلند بانگ کے علاوہ کچھ اور بھی مدہم سریلی آوازین آ رہی ہین، یا نہین، اس سلسلہ مین سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ عربی زبان مین ارسطو کے علاوہ کسی اور کے فلسفہ کا ترجمہ بھی ہوا یا نہین؟ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانون کو ارسطو کے علاوہ کسی اور سے واقفیت کا ذریعہ میسر آیا یا نہین،

ارسطو سے پہلے یونان مین سات بڑے بڑے فلاسفر مختلف زمانون مین پیدا ہوئے جنمین سب سے پہلا طالیس THALES ہے، اس کے بعد انکساغورس ANAXAGORAS انکسیمانس ANAXEMENES ایندقلس AMPEDOGLES فیثاغورس PYTHAGORAS سقراط SOCRATES اور افلاطون PLATO تھے، ممتاز مسلمان حکما ان ساتون فلاسفہ کے خیالات اور مسائل سے آگاہ تھے، اور اپنی کتابون مین ان کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ عبدالکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ نے اپنی کتاب ملل و نحل مین ان ساتون اساطینِ فلسفہ کے خیالات، مسائل اور نظریئے پوری شرح اور پوری صحت کے ساتھ لکھے ہین، آج بھی بہتر سے بہتر تاریخ فلسفہ مین ان لوگون

کے خیالات کی تفصیلات اس سے زیادہ نہین ملتی ہین،

مسلمانون کی تاریخِ فلسفہ کے متعلق ایک عام غلطی یہ ہے کہ وہ صرف فارابی، ابن سینا، غزالی، ابن رشد، امام رازی، طوسی، تبریزی، قطب رازی، وغیرہ کی تصنیفات سے عبارت ہے، لیکن حقیقت مین مسلمانون کے اصلی معنون مین فلسفہ کا دور متکلمین کی تصنیفات ہین، مثلاً علاف، ابو الہذیل، نظام، جاحظ، ابو الحسن اشعری وغیرہ، قدیم فلاسفہ کے خیالات کی ترجمانی ان کتابون مین کیگئی ہے جنکا عنوان عموماً کتاب المقالات، یا کتاب الدیانات اختیار کیا گیا ہے، اسی قسم کی کتابون مین یونانی فلاسفہ کے نظریے اور مسائل مسلمان حکماء نے بیان کئے ہین، امام ابو الحسن اشعری نے "مقالات غیر الاسلامیین" مین ان سبکے خیالات و آراء اور نظریے ذکر کئے ہین،

اینبدقلس کے فلسفیانہ مسائل مسلمانون مین خاص طور سے پھیلے، چنانچہ ابو الہذیل معتزلی صفات کے مسئلہ مین اسی اینبدقلس کا خوشہ چین[1] تھا، محمد بن عبد اللہ جو قرطبہ کا باشندہ تھا وہ تمام تر اسی اینبدقلس کے فلسفہ کا پیرو اور متبع تھا، اور شب و روز اس کے مطالعہ مین مصروف رہتا تھا[2]، اینبدقلس کی ایک کتاب ساتوین صدی ہجری تک بیت المقدس کے کتب خانہ مین موجود تھی[3]،

فیثاغورس کی متعدد تصنیفات عربی مین منتقل ہوئین، مثلاً کتاب الفادن PHEDON علم النفس مین، اور کتاب السیاسۃ المدنیہ و طیماوش الروحانی TEMEE عالم الٰہی، عالم عقل اور عالم نفس کی باہمی ترتیب مین، اور کتاب طیماوش الطبیعی، ترتیب عالم مادی مین، یہ کتابین ابن ندیم بغدادی کے زمانہ یعنی چوتھی صدی ہجری کے وسط تک موجود تھین[4]،

فیثاغورس کے فلسفہ کے متبعین متاخرین متعدد گذرے ہین، جیساکہ قاضی صاعد نے طبقات مین

[1] طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ صفحہ ۳۰ جلد ۲، مصر، و طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۲۳ بیروت، [2] طبقات الامم صفحہ ۲۱ بیروت [3] اخبار الحکماء قفطی ۱۲ مصر [4] الفہرست صفحہ ۲۴۵، و طبقات الامم صفحہ ۲۳،

لکھا ہے، انھون نے فیثاغورس کے قدیم طبعیات کو مدلل کیا اور اس کو پھر سے زندہ کیا، انھین مین مشہور مسلمان طبیب و حکیم ابوزکریا رازی ہے، یہ ارسطو کے فلسفہ کا سخت دشمن تھا اس نے فیثاغورس کی تائید اور ارسطو کی تردید مین کتابین لکھین، اس کا خیال تھا کہ ارسطو نے فلسفہ کو برباد کر دیا اور قدیم فلاسفہ کے مسائل کو بدل دیا[1]،

خود قاضی صاعد اندلسی جس نے طبقات الامم کے نام سے اپنے زمانہ تک کی ہر قوم کے علوم کی تاریخ مرتب کی ہے، یونان کے تمام مشہور فلسفیانہ مذاہب سے واقف تھا، گو وہ خود ارسطو کے عشاق مین تھا[2] تاہم اس نے اختصار کے ساتھ یونانی فلسفہ کی پوری تاریخ لکھی ہے اور تمام یونانی فلاسفہ کے خیالات بیان کئے ہین،

اندلس کا دوسرا مشہور عالم اور فلاسفر ابن حزم یونانی فلسفہ کے ہر اسکول سے واقف تھا جیساکہ اسکی کتاب الفصل فی الملل والنحل کے پڑھنے والے پر ظاہر ہوتا ہے، اسی کیساتھ ارسطو کی منطق کا سخت مخالف تھا اور اس نے ارسطو کی منطق کی غلطیون کی تشریح مین ایک کتاب لکھی جس کا نام تقریب حدود المنطق ہے[3]،

نظام معتزلی بھی ارسطو کے فلسفہ کے رد کرنے والون مین تھا، مشہور عباسی وزیر جعفر برمکی کے دربار مین اس نے ایک دفعہ کہا کہ مین ارسطو کے رد مین ایک کتاب لکھنی چاہتا ہون، جعفر نے کہا کہ تم تو اسکی کتاب سمجھ بھی نہین سکتے، نظام نے اسکی کتاب زبانی پڑھی اور ساتھ ہی ساتھ اسکی تردید کی، اور بعد کو اپنی کتاب لکھی[4]، مشہور معتزلی عالم ابو علی جبائی نے ارسطو کی کتاب الکون والفساد کا رد لکھا ہے[5]،

حسن نوبختی نے جو تیسری صدی کا مشہور متکلم ہو، اور جسکی نگرانی مین ثابت بن قرہ وغیرہ نے یونانی کتابون کے ترجمے کئے تھے، ارسطو کی منطق کی غلطیان ظاہر کین، اسکی کتاب امام ابن تیمیہ کے زمانہ مین یعنی ساتوین صدی ہجری تک موجود تھی، ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی المنطقیین مین اسکا ذکر کیا ہے، حسن نوبختی نے جو کچھ لکھا ہے اس مین اپنے پیشرو متکلمین اسلام کے خیالات کو یکجا کیا ہے، جنھون نے ارسطو کی منطق کی غلطیان ظاہر کی تھین، نوبختی کی کتاب

[1] طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۳۳ بیروت، [2] ایضاً، [3] ایضاً صفحہ ۶، [4] ملل و نحل احمد بن یحییٰ مرتبہ ڈاکٹر آرنلڈ حیدرآباد [5] ایضاً،

کا نام کتاب الآراء والدیانات ہے،

ایک اور شخص ہبۃ اللہ بن علی ابو البرکات ہے جو خلیفہ مستنجد باللہ کا درباری تھا اس نے ارسطو کے فلسفہ کا رد لکھا، اسکی اس کتاب کا نام المعتبر ہے، ابن تیمیہ نے اسکی کتاب کا نام تعریف کے ساتھ لیا ہے،

شہاب الدین مقتول سہروردی المتوفی ۵۸۶ھ وہ شخص ہے جس نے مشائین کے فلسفہ کی تردید کی، اور اپنے جانتے افلاطون کے فلسفہ کی تائید کی ہے، اسکی اس کتاب کا نام حکمۃ الاشراق ہے جسمین اشراقی فلسفہ کی تفصیل ہے، میرے خیال مین اس نے اس مین بہت کچھ ایرانی فلسفہ کی آمیزش کر دی ہے، قطب الدین شیرازی نے اسکی شرح لکھی ہے اور وہ چھپ گئی ہے، شہاب الدین نے المشارع والمطارحات مین قدما، اور متاخرین تمام فلاسفہ کے خیالات ومباحث کا خلاصہ کیا ہے اور مشائین کے اصول کی دھجیان اڑائی ہین[1]،

مسعودی جو گو ایک مورخ اور جغرافی کی حیثیت سے دنیا مین مشہور ہے مگر وہ ایک بہت بڑا فلاسفر بھی تھا وہ یونان وایران کے فلسفیون سے پوری طرح واقف تھا، چنانچہ مروج الذہب مین اس نے جا بجا اپنے معلومات بکھیرے ہین، اخبار الزمان مین اس نے مفصل ان کو لکھا تھا، ان کے علاوہ کتاب الابانہ عن اصول الدیانۃ، کتاب المقالات فی اصول الدیانات، کتاب سر الحیات، اور کتاب نظم الادلہ فی اصول الملۃ کے نام مروج الذہب کے مقدمہ[2] مین گنائے ہین، جنمین اس نے غالبًا اکثر ادیان ومذاہب اور فلاسفہ کے خیالات وآرا کی تفصیل کی ہو گی،

مشہور فلاسفر ابو زید احمد بن سہل البلخی بھی اسی طرح ہندوستان، ایران، چین اور یونان کے مذاہب اور فلسفہ کا عالم تھا، اسکی جامعیت کا کچھ اندازہ اوسکی ضخیم کتاب، کتاب البدء والتاریخ سے ہو سکتا ہے جسکو کلمان ہوار[3] HWART نے ۱۸۹۹ء مین پیرس سے شائع کیا ہے،

دیمقراطیس کے مسئلۂ اجزائے لا تتجزی سے متکلمین اسلام ابتدا ہی سے واقف تھے، اسلیے ارسطو کے ہیولیٰ کو چھوڑ کر انھون نے دیمقراطیس کی رائے کی پیروی کی، اور اسکی پر زور حمایت کی، افلاطون کے "مُثُل" سے بھی

[1] تاریخ الحکما، شہرزوری، موجودہ کتب خانہ ندوۃ العلماء، [2] مروج الذہب جلد اول صفحہ ۲۰۳ پیرس

انھون نے پوری ہمدردی کی اور اس کو اپنی کتابون مین جگہ دی، اور صوفیہ مین سے نقشبندی مجددیون نے اس پر عالم مثال کا ایک نظریہ قائم کر لیا،

چوتھی صدی مین، افلاطون کی کتابین مسلمانون مین بکثرت پھیلی تھین، چنانچہ فارابی نے الجمع بین الرائین کے شروع مین لکھا ہے، اور بتایا ہے، کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ "افلاطون اور ارسطو کی کتابون کے پڑھنے والون کے دلون سے اعتراض وشک دور ہو جائے"[1] امونیوس کا ایک رسالہ اس موضوع پر تھا کہ صانع عالم کے متعلق ارسطو اور افلاطون کے کیا خیالات تھے، یہ رسالہ فارابی المتوفی ۳۳۹ھ کے زمانہ مین مشہور ومتداول تھا،

فارابی نے ایک خاص رسالہ یونانی فلسفہ کے تمام اسکولون کی مختصر شرح اور ان کے نامون کی وجہ تسمیہ اور ان کے مختصر خیالات مین لکھا ہے، یہ رسالہ بھی اس کے مجموعۂ رسائل مین ۱۸۹۰ء مین لیڈن مین چھپا ہے، اور وہ ترتیب مین چوتھا رسالہ ہے، اس مین اس نے، اصحاب فیثاغورث، ارسطیقوس قوریني، رواقیین، دیوجانیس کے فرقہ کلابیہ اور فوررن کے فرقہ مانعہ، اپیکورس کے فرقہ لذتیہ، اور ارسطو کے مشائین کا ذکر کیا ہے، فارابی نے الجمع بین الرائین مین، افلاطون اور ارسطو کے ان مسائل مین تطبیق دی ہے جنمین اس کے نزدیک ان دونون فلسفیون مین محض ظاہری اختلاف ہے، یہ رسالہ بھی چھپ چکا ہے،

بیچارہ بو علی سینا جس کو مسلمان حکما مین ارسطو کے مقلد ہونے کا سب سے زیادہ طعنہ دیا جاتا ہے اس نے منطق المشرقیین کے دیباچہ مین اس کے لیے اپنی معذرت پیش کی ہے،

"اس کتاب مین ہم وہ باتین جمع کرتے ہین جنمین اہل بحث مختلف الرائے ہین، لیکن تعصب سے یہ خالی ہے، ہم کو ان عامیون سے علحدہ ہو جانے کی پروا نہین ہے، جن کے لیے ہم نے بہت سی کتابین لکھی ہین، اور جو ان فلسفیون مین ہین جو مشائین کے فلسفہ کے عاشق ہین، اور جنکا گمان ہے کہ ان مشائیون کے علاوہ اور کسی کو خدا نے حق کی ہدایت دی ہی نہین، لیکن باوجود اس کے ہم کو اس کا اعتراف ہے

[1] رسائل الفارابی صفحہ ۴۰ لیڈن ۱۸۹۰ء

کہ ان کے فلسفہ کا بانی (ارسطو) اپنے تمام پیشرودن مین سب سے بہتر ہے، اس لیے کہ اس نے،

۱- سب سے پہلے ایک علم کو دوسرے علم سے ممتاز اور علیحدہ کیا جو پہلون نے نہین کیا تھا،

۲- اس نے علوم کی ترتیب سب سے بہتر کی،

۳- اکثر مسائل مین اس نے حق کو دریافت کیا،

۴- بہت سے نئے علوم کے اسرار معلوم کئے،

۵- اس نے اپنی عام فہم تصنیفات سے اہل ملک کے علم کو بڑھایا،

اب پچھلون کا کام ہے کہ وہ غلطیون کو درست، مسائل کی تنقیح، اور اجمال کی تفصیل کرین، چونکہ مین نے ابتدا ہی سے فلسفۂ مشائیہ کی تعلیم حاصل کی، اسلیے وہی فلسفہ مجھ پر چھا گیا، لیکن مین اسکی کمزوریون سے ناواقف نہین ہون، لیکن چونکہ شائقین علم نہایت سختی سے یونانیون مین سے مشائیہ ہی کی طرف راغب ہین، اسلیے مین نے انکی مخالفت مناسب نہین سمجھی، اور اسی جماعت مین مین بھی داخل ہوگیا، اور ان کی کمزوریون پر پردہ ڈالا، اگر کہین مخالفت کی ہے تو ایسے مسئلہ مین کہ اس باب مین ان کی غلطی پر صبر کرنا ممکن نہ تھا..... الشفا مین نے عوام کے لیے لکھی ہے جو ان کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے، اور یہ کتاب ہم نے اپنے لیے لکھی ہے[1]،

ابوالریحان بیرونی جو بوعلی سینا کا معاصر تھا، لیکن ابن سینا کی طرح تنگ نظر نہ تھا، وہ یونان کے مختلف فلسفون کے ساتھ ایران اور ہندوستان کے بھی تمام مذاہب و آراء کا عالم تھا، الآثار الباقیہ اور اسکی دوسری کتابین اس کی شاہد ہین، اور اسکی کتاب الہند، ہندوستانی فلسفہ مین اس کے تبحر کا آئینہ ہے، خود کتاب الہند مین ایک جگہ افلاطون کی کتاب النوامیس (ص ۵۹) اور جالینوس کی اخلاق النفس (ص ۵۹) اور کتاب البرہان (ص ۵۶) کا ذکر کیا ہے، پھر یونانی مصنفین اور علماء مین سولن، ورقون، فیثاغورس، اور منیس کے نام لیے ہین (۵۱)

[1] صفحہ ۲ مطبوعہ مطبعہ سلفیہ مصر ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء

اراطس کی کتاب الظاہرات مین مشتری کے نام جو ترانہ ہے اس کا ذکر کیا ہے (ص ۲۴) اقراطس اور ہومر شاعر کا بیان ہے، اصحاب اسطوان کا مذہب درج ہے (۲۴) یونان کے سات اساطین حکمت کے نام بھی گنائے ہین، اور ان کے مختصر خیالات بھی لکھے ہین، وہ سات نام بقید وطن یہ ہین، سولن الاثینی، ابیوس الفارینی، فاریانڈروس الفورنتی، وثالس الملیسی، کیلون اللقاذمونی، فیطبقوس، قیلیبوس (ص ۵۱) افلاطون کی کتاب طیماوس کا حوالہ بیرونی بھی دیتا ہے، اور یونانیون کی ہیرو پرستی کا تذکرہ کرتا ہے (ص ۱۰۰) مشہور یحیی نحوی (کتبخانۂ اسکندریہ والا) کی اس کتاب کے مضامین کا حوالہ دیتا ہے جو اس نے ابرقلس کے رد مین لکھی تھی، (ص ۱۰۱)

قاضی جمال الدین قفطی المتوفی ۶۴۶ھ جو مشہور ادیب و جغرافیہ دان یاقوت کا مربی تھا، وہ یونان کے تمام فلاسفہ اور ان کے اسکولون سے پوری طرح آگاہ تھا، اس نے اپنی کتاب اخبار العلماء باخبار الحکماء مین فلاسفہ کی سوانحعمریون کے ضمن مین ہر ایک کے خیال و نظریہ کی بھی تشریح کی ہے،

ابو الفضل نے آئین اکبری مین ہند و فلسفہ کی تمام شاخون پر جو بحث کی ہے اور ہر ایک اسکول کے مسائل و نظریات کو جس جامعیت سے لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فلسفۂ یونان کے علاوہ ہندوستان کے تمام فلسفہ سے آگاہ و باخبر تھا،

اس مختصر مضمون کے آخر مین اس یگانۂ دہر کا نام لینا چاہتا ہون جسکو دنیا ابن تیمیہ کے نام سے جانتی ہے، وہ گو ایک مذہبی عالم تھا، مگر درحقیقت یہ وہ شخص تھا جو فلسفہ کے طلسم خانہ مین چل پھر کر بڑی آسانی سے باہر نکل آیا تھا، اسکی تمام کتابین فلسفہ کے رد سے مملو ہین، تاہم وہ خود بڑا فلاسفر تھا، اس نے اپنی کتاب العقل والنقل مین حکماء اور فلاسفہ کی حیرانیون کی بڑی ہنسی اڑائی ہے، اور کتاب الرد علی المنطقیین ایک خاص کتاب لکھی ہے جسکو دیکھکر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت مین وہی مل کی منطق کا پہلا بانی اور ہیوم کے فلسفہ کا پہلا بنیادی پتھر رکھنے والا ہے، کتاب العقل والنقل مین وہ ایک جگہ لکھتے ہین، ۔۔

"ارسطو کے پیرووں کو دیکھو کہ ارسطو نے منطقیات، طبعیات، اور الٰہیات مین جو کچھ کہا ہے وہ اسی کی تقلید کر رہے ہین، حالانکہ ان مین بہت سے اپنی عقل سے سمجھتے ہین کہ ارسطو کی رائے قطعاً غلط ہے، لیکن حسن ظن کی بنا پر اسکی مخالفت نہین کرتے، حالانکہ بہت سے عقلاء نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسکی منطق مین غیر مشکوک غلطیان ہین، ارسطو اور ارسطو کے اسکول کے متبعین جیسے اسکندر افریدوسی، برقلس، تامسیطوس . . . . وغیرہ کا کلام الٰہیات مین نہایت غلط ہے" (صفحہ ۸۰ و ۸۱ نسخہ قلمی موجودہ دار المصنفین)

"وہ فلسفہ جس کو فارابی اور ابن سینا نے اختیار کیا ہے وہ مشائین یعنی ارسطو کے مقلدین کا ہے، ارسطو اور اس کے پہلے کے فلاسفہ مین سخت اختلاف ہے، پھر خود اس کے اسکول کے پیرووں مین نہایت اختلاف ہے، ان کے ان اختلافات کو ابوالحسن اشعری نے مقالات غیر الاسلامیین (نامسلمانون کے مذاہب اور آراء) اور قاضی ابوبکر (باقلانی) نے کتاب الدقائق مین، شہرستانی وغیرہ سے دو چند زیادہ بیان کیا ہے" (صفحہ ۸۹، ۹۰)

ابن سینا نے الٰہیات مین بہت سی باتین گڑھ لی ہین اور وہ بالکل غلط ہین، عام لوگ یہ سمجھتے ہین کہ ابن سینا نے جو کچھ لکھا ہے، وہ ارسطو کے خیالات ہین، ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات مین اس پردہ کو بار بار کھولا ہے اور بتایا ہے کہ محض ابن سینا کا ساختہ پرداختہ ہے، اس کو ارسطو سے کوئی تعلق نہین، ایک جگہ ابن تیمیہ نے فلاسفہ کے اختلافات اور جن حکمائے اسلام نے ان کی تردید مین کتابین لکھی ہین، ان کا ذکر کیا ہے، کہتے ہین:-

فلاسفہ کے باہمی اختلافات کی کوئی حد و پایان نہین، ابوالحسن اشعری نے مقالات غیر الاسلامیین مین بہت سے ان کے وہ مذاہب اور خیالات لکھے ہین جنکا فارابی اور ابن سینا وغیرہ نے ذکر نہین کیا ہے، اور اسی طرح قاضی ابوبکر ابن باقلانی نے کتاب دقائق مین ان کو نقل کیا ہے، اس کتاب مین قاضی صاحب نے فلاسفہ اور منجمین کا رد لکھا ہے اور اس مین ارسطو کی منطق پر عرب متکلمین کی منطق کو ترجیح دی ہے،

اسی طرح معتزلی اور شیعہ متکلمین نے ان فلاسفہ کے بہت سے نظریئے نقل کئے ہین اور ان کا رد کیا ہے، لیکن فلاسفہ کا وہ مذہب جسکی تائید فارابی اور ابن سینا، ابوبکر بن الصائغ اور ابن رشد وغیرہ نے کی ہے، وہ مشائین یعنی ارسطو کے مقلدون کا فلسفہ ہے، اور اسی کو غزالی نے مقاصد الفلاسفہ مین لکھا ہے، اور تہافت الفلاسفہ مین اس کا رد کیا ہے، اور جسکو رازی نے ملخص اور مباحث مشرقیہ مین بیان کیا ہے، اور جس کو آمدی نے دقائق الحقائق اور رموز الکنوز وغیرہ مین لکھا ہے، اور اسی راستہ پر معتبر کا مصنف ابوالبرکات چلا ہے، لیکن ابوالبرکات نے ارسطو کی اندھی تقلید نہین کی ہے بلکہ اسکے مسائل کی تشریح مین اپنی عقل و رائے کو بھی دخل دیا ہے، اسی طرح رازی اور آمدی بھی مشائیون پر اعتراض کر جاتے ہین اور ابن سینا نے بھی قدماء کی کہین کہین تردید کی ہے، اور اسی لیے اس نے شفا مین لکھا ہے، کہ اس کے نزدیک جو حق ہے اس کو اس نے الحکمۃ المشرقیہ مین لکھا ہے، اور سہروردی کا جو خاص خیال تھا اس کو اس نے حکمۃ الاشراق مین لکھا ہے، اور رازی نے اپنے بعض خیالات مباحث مشرقیہ مین لکھے ہین، اور ارسطو کے قدیم یونانی پیرو تین مشہور ہین، برقلس، اور اسکندر الافرودیسی اور تامسطیوس، جنھون نے ارسطو کی کتابون کی شرحین لکھین، رازی جب اپنی کتابون مین کہتے ہین کہ "فلاسفہ اس پر متفق ہین" تو ان "فلاسفہ" سے مقصود یہی لوگ ہوتے ہین، ورنہ فلاسفہ کے تو بکثرت الگ الگ اسکول ہین، اور ان کے درمیان طبعیات، الٰہیات، اور حتی کہ فلکیات مین بھی اختلافات ہین، فلاسفہ مین قدم عالم کا قائل سب سے پہلے ارسطو ہوا . . . . . فیثاغورس، سقراط کا معلم اور افلاطون، ارسطو کا استاد تھا، اور مسلمان فلاسفہ ہمیشہ ان کی منطق اور دیگر مباحث فلسفہ کی تردید مین کتابین لکھتے آئے ہین، اور نہ صرف سنی فلاسفہ بلکہ معتزلہ، اشعریہ، کرامیہ، اور شیعہ تک ان کی غلطیان نکالتے رہے ہین، اور ان کی فروگذاشتین ظاہر کرتے رہے ہین"

دوسری جگہ اسی کتاب مین لکھتے ہین :-

وہ فلسفہ جو ارسطو کے پہلے تھا اور جس کو ارسطو کے پہلے لوگون نے قبول کیا تھا، ارسطو نے اوس پر اعتراض کیا اور اس کی غلطیان ظاہر کین، ایک اسکول کے فلاسفہ نے دوسرے اسکول کے فلاسفہ پر رد کیا ہے، اور ابوالبرکات وغیرہ نے ارسطو کا رد کیا،

اس کتاب الرد علی المنطقیین مین ایک اور موقع پر وہ کہتے ہین،

وہ فلاسفہ جو ارسطو کے مقلد ہین وہ یہ کہتے ہین . . . . قدیم فلاسفہ کے اس مسئلہ مین دو گروہ ہین، فیثا غورس اور اس کے پیرو، اور افلاطون اور اس کے مقلدین اس مسئلہ مین بالکل غلطی پر تھے، اس لیے ارسطو نے ان کی تردید کی، فیثا غورس کا خیال تھا کہ . . . . . اور افلاطون کے پیرو کہتے ہین کہ . . . . . .

ابن تیمیہ کی کتاب الرد علی المنطقیین، اس لائق ہے کہ علوم اسلامیہ کے اصلی شائقین اسکی طبع و اشاعت کا سامان کرین، ہندوستان مین اس کے دو مختلف نسخون کا پتہ چلا ہے، ان مین سے ایک حیدر آباد مین ہے، اور دوسرا ندوہ مین، حیدر آبادی نسخہ کی دو نقلین ہین، ایک کتب خانہ ندوۃ العلماء مین، اور دوسری دار المصنفین مین، دار المصنفین کے ایک رفیق (فیلو) اسکی تصحیح و ترتیب مین مصروف ہین، اور ارکان دار المصنفین نے اپنے جلسہ مین اس کی اشاعت کی منظوری دی ہے، یہ کتاب چھپکر اور کسی یورپین زبان مین ترجمہ ہو کر جب دنیا کے سامنے آئے گی تو اس وقت مسلمانون کے فلسفیانہ تحقیقات کی داد دیجائیگی اور یہ معلوم ہو گا کہ مسلمان صرف فلسفہ ارسطو کے خوشہ چین اور اسکی گاڑی کے قلی نہ تھے، بلکہ وہ خود بھی کچھ تھے،

خطبات مدراس

اڈیٹر معارف نے پچھلے سال مدراس مین سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوؤن پر جو آٹھ خطبے (لکچر) دیئے تھے، وہ نہایت اہتمام سے عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہین چھپنے سے پہلے اس کے نصف آرڈر آچکے ہین، یہ اس لائق ہین کہ مسلمانون کے علاوہ غیر مسلمون کو ہدیۃً تقسیم کیے جائین، ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت ۱۲؎

"منیجر"

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی

بلگرام کا ایک یمنی محدث مصری صوفی

اور

اُنکی ایک کتاب

از مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی، شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

دستور ہے، کہ تعارف و بصیرت کے لیے عموماً کتابون کی ابتدا مین اس کے مؤلف کا حال، اور اس کتاب کے اہم خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اس مقدمہ کے درج کرنے کی معمولی وجہ تو یہی ہے لیکن اسی کے ساتھ مجھے مسلمانانِ ہند کے سامنے اُن کے ایک ہموطن، فاضلِ جلیل کا تذکرہ پیش کرنا ہے، جسے سب جانتے ہین، لیکن عجیب بات ہے کہ جس حیثیت سے جاننا چاہیے ہندوستان کے مسلمان اس نقطۂ نظر سے بہت کم جانتے ہین، نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ابجد العلوم مین مؤلف کتاب کے تذکرہ کو درج کرنے کے بعد بالکل سچ لکھا ہے، کہ

"مین نے اس بزرگ کے حالات مین ذرا بسط سے اس لیے کام لیا ہے کہ نہ صرف عوام الناس

ﻟﮧ دراصل یہ مضمون کتاب "تحفۂ قدسیہ" کے ترجمہ کا تعارفی مقدمہ ہے، ہمارے مخدوم اخونا فی اللہ مولانا عبد الباری پروفیسر عثمانیہ کالج کے اصرار سے معارف مین اشاعت کے لیے بھیجدیتا ہون، اس مقدمہ سے ناظرین کو کیا فائدہ پہونچے گا، اسکے جوابدہ مولانا عبد الباری ہین مین نے محض اُن کے حکم کی تعمیل کی ہے، تاہم برادران اودھ سے اتنا تو ضرور عرض کرون گا کہ اگر مصر و یمن کیلیے نہین تو کیا ہندوستان کے مسلمانون کیلیے کوئی مرتضیٰ کیون نہین، مُثنا ہندوستان کا شیراز بجائے لندن و برلن کے شیراز ہی رہتا تو اچھا تھا، کیا بلگرام و خیرآباد، سندیلہ و سہالی، کاکوری اور گوپامئو ولوہ، اور بارہ کے مسلمان میری اس آرزو کو سنتے ہین ۱۲

ہکو اس علم بھی اس شخص کے حالات سے بالکل ناواقف ہیں"

حالانکہ ہندوستان کا یہ وہی فرد وحید ہے، جس کے متعلق جدید طبقہ کے ایک ممتاز رکن مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اُردو وصدر کلیہ عثمانیہ اورنگ آباد نے حسب ذیل الفاظ ماثرالکرام کے مقدمہ مین لکھتے ہین،

"علماء ہند کے حالات مین کوئی کتاب اس وقت تک کامل نہین ہو سکتی، جب تک اسمین علامہ سید مرتضیٰ صاحب تاج العروس کا ترجمہ نہو"

مولوی صاحب نے اس کے بعد وعدہ کیا ہے کہ کتاب کے آخر مین اُن کے حالات کا اضافہ کیا جائیگا، لیکن اسوقت تک ماثرالکرام کے جتنے نسخے میری نظر سے گذرے کسی مین یہ اضافہ نہ پایا گیا، معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے ایفاء وعدہ کا موقع نہ مل سکا، واللہ اعلم

بدقسمتی تو دیکھو! کہ خود ماثرالکرام مین سید علامہ کا جہان تذکرہ ہے، کاتب اور مصحح کی مہربانی سے وہان نام غلط درج ہو گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد کی کامل کتاب مولوی عبدالحق صاحب کو ناقص نظر آئی،

واقعہ یہ ہے کہ علامہ سید مرتضیٰ آزاد بلگرامی مولف ماثرالکرام کے زمانہ مین نوعمر تھے، اس لیے آزاد نے آپ کا کوئی مستقل ذکر تو نہین کیا ہے، لیکن آپ کے جد امجد سید قادری کے حالات مین انھون نے اتنا لکھا تھا،

"دا زابناءاو سید مرتضیٰ بن سید محمد بن سید قادری مسطور کتب عربی تحصیل کردہ و در حداثت سن توفیق زیارت حرمین شریفین یافتہ، و در سنہ ۱۱۶۳ھ باین سعادت فائز گشتہ، و در اماکن متبرکہ علم حدیث تحصیل نمود، درین ایام در زبید مین اقامت دارد، و نزد شیخ عبدالخالق زبیدی فن حدیث سند می کند حق تعالیٰ او را عمر بہ افزاید، درقیات ذہنی کرامت نماید"

؎ ماثرالکرام صفحہ ۱۲۹، ۱۲

کاتب نے بجائے "مرتضیٰ" کے "مقتدیٰ" لکھدیا، اور صرف اس ایک غلطی نے ہماری نگاہون سے اس یگانۂ عصر فاضل کو چھپا لیا، ورنہ آزاد مرحوم نے اپنے مختصر و مفید جملون مین اُن کے متعلق سب کچھ لکھ دیا تھا،

بہرحال حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ مصر کے اس ہندوستانی علامہ صوفی کے حالات قلم بند کرنے کی توفیق اس نے مجھے عنایت فرمائی، موقع ومحل کے لحاظ سے اسوقت اختصار سے کام لیا جائیگا، لیکن اگر اعانت ایزدی نے مدد فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی سید علامہ کا مفصل تذکرہ اُن کے علایم وسوانح، خواطر وتفردات کو ایک مستقل تالیف کی شکل مین مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی؛ والامر بیدہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مولف کتاب کا نسب و وطن کتاب نفحات قدسیہ فی الطریقۃ العیدروسیہ جس کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے اسکے مؤلف کا نام سید محمد مرتضیٰ، اور کنیت ابوالفیض ہے، نسبی تعلق مشہور بلگرامی واسطی سادات[1] سے ہے شجرۂ طیبہ ماثرالکرام سے آپ کا کامل نسب نامہ اسطرح مرتب ہوتا ہے،

[1] سادات بلگرام حضرت ابوالفرح واسطی کے اولاد میں ہین، علامہ عبدالواحد بلگرامی کا اسی سناد پر یہ مشہور شعر ہے ؎

دانی کہ خوش نویسی ما از برائے چیست　　　　تا ثم واسطی و سلم نیز واسطی

سید ابوالفرح واسطی امام زید شہید بن سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خانوادہ شرافت وسیادت کے مشہور بزرگ ہین، آپ نے خود ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف نہین فرمایا لیکن آپکے تین صاحبزادے یہان تشریف لائے اور انھین کی اولاد ہندوستان مین پھیلی، سید مبارک محدث، اور میر عبدالجلیل بلگرامی سے شجرۂ طیبہ مین علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے یہ عبارت نقل کی ہے،

"ازانجملہ سید ابوالفراس کہ جد سادات بلگرام ہست در جاجنیز رسید، وسید ابوالفضائل در جاتر و سید داؤد در تھن پور وطن گزیدند"

ان ہی ابوالفراس کی نسل مین ایک بزرگ علی بن حسین تھے، جن کے چار بیٹے تھے، ان مین سے ایک بلگرام مین آگر بسے، شجرۂ طیبہ مین ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲ پر دیکھئے)

سید مرتضیٰ بن سید محمد بن سید قادری بن سید ضیاء اللہ بن سید خان محمد بن سید عبد الغفار بن سید تاج الدین بن سید دولارہ بن سید حسین بن سید محمد بن سید محمد بدہن بن سید جمال الدین بن سید ابراہیم بن سید ناصر بن سید سالار بن سید محمد صغری بن سید علی بن سید حسین بن سید ابو الفرح ثانی بن سید زید بن سید عمر بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن محمد عیسیٰ موتم الاشبال بن امام زید شہید بن امام ہمام سیدنا و سید المسلمین امام زین العابدین بن شہید کربلا، امام حسین علیہ السلام بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب و سیدۃ فاطمۃ الزہرا بضعۃ رحمۃ للعلمین امام المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم و علی اٰلہٖ و اصحابہ اجمعین،

سید مرتضیٰ اگرچہ عام طور پر زبیدی کی نسبت سے مشہور ہین، لیکن آپ کی ولادت باسعادت شیراز دیار ہند کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام مین ہوئی، بلگرام کی اسلامی آبادی اس زمانہ مین دو حصون مین منقسم تھی ایک حصہ کو "سید واڑہ" اور دوسرے کو سیدان پورہ کہتے تھے،

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مرتضیٰ کے آبا و اجداد کا موروثی مکان سید واڑہ مین تھا، لیکن سسرالی تعلقات کی وجہ سے آپ کے سلسلہ کے ایک بزرگ سید عبد الغفار نامی سیدانپورہ کے محلہ مین رہ پڑے اور اُسی محلہ مین سید مرتضیٰ پیدا ہوے،

ابتدائی تعلیم | تعلیم کا ابتدائی زمانہ بلگرام مین بسر ہوا، اگرچہ کوئی مستند تاریخی ثبوت موجود نہین ہے تاہم قرائن کا اقتضا یہ ہے، کہ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم سید علامہ نے بلگرام مین پائی، کیونکہ اباً عن جدٍ

ؔ مآثر الکرام صفحہ ۱۳۹، ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۰۱)

" سید محمود بگرام و سید جعفر در مالی و سید احمد در دہرسو، و سید معزالدین در جاجنیر وطن گرفتند "

جاجنیری سادات کا ایک خاندان صوبہ بہار کے بارہ گانون مین آباد ہوا، اور بحمد اللہ کہ راقم الحروف کا بھی تعلق اسی خاندان سے ہے ۱۲ معارف (احمد مشکور ایڈیٹر معارف کا ننھیالی نسبی تعلق بھی انھین جاجنیری سادات سے ہے،)

یہ خاندان علم و فضل کی روشنی سے معمور تھا، آپ کے جد امجد سید قادری کا تعلق اکابر سلف کے ان بلند ہمت نفوس سے تھا جن کو علم و عرفان کی تلاش نے ہر قسم کی وطنی خصوصیات و مالوفات سے بالکل آزاد کر دیا تھا، مآثر الکرام مین ہے کہ سید قادری نے علم طب مین نہ صرف ہندوستان، بلکہ عرب و عجم کی باضابطہ سیر کی، آخر مین حماۃ (شام) کی خانقاہ قادریہ مین، لنگر ڈال دیا، اور سید یسین حموی سے جو اس زمانہ مین سجادہ نشین تھے، مرید ہوئے، اور طریقۂ قادریہ کی تعلیم حاصل کی، پھر بغداد مین رہے، علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد دہلی پہونچے بالآخر خلوت گزینی کا جذبہ آپ پر غالب آیا، اور عمر کا بقیہ حصہ بلگرام کے گوشۂ عافیت مین ختم کیا، سادات بلگرام پر آپ کی جلالت شان کا جو اثر تھا اُس کا ثبوت ان تاریخی شعرون سے ملتا ہے،

رحل القادری سیدنا   صاحب الکشف والکرامات

الھم مجق عام رحلتہ   ان للمتقی لحسنات

میر غلام علی آزاد بلگرامی نے ان کو خود دیکھا تھا، ان کا بیان ہے، کہ سید قادری نہ صرف سیر و سلوک، تصوف و حقایق مین شیخ کامل تھے بلکہ فقہ و حدیث و تفسیر مین بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا، قرآن مجید کے حافظ تھے، تجوید و قرأت کے ماہر تھے، مشہور ہندوستانی فاضل ملا جیون اُن کے ہندوستانی اُستاد تھے، اور بیرون ہند مین اُن کے سب سے بڑے استاد مولانا سلطان بن ناصر بن احمد خابوری تھے، صحاح ستہ اور تجوید کی سند انھین سے حاصل کی تھی،

تعلیمی سفر | غالباً سید قادری کی یہی علمی اولو العزمیان تھین جو اُن کے پوتے کی طلب علم مین مشعل راہ ثابت ہوئین۔ دادا کا نقش قدم سامنے تھا، سید مرتضیٰ نے بھی وطن کو خیرباد کہا، اور شروع شروع مین الہ آباد پہونچے، یہان اسوقت ملا فاخر الہ آبادی المتخلص بہ زائر کی درس و تدریس کا طوطی بول رہا تھا، کچھ اُن سے پڑھتے رہے پھر دہلی پہونچے، دلی اس زمانہ مین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وجہ

تھی، حکیم السند کے درس مین تحقیق و تدقیق کا دریا موجین مار رہا تھا، سید مرتضیٰ زانوے تلمذ تہ کرکے بیٹھ گئے اپنی ایک یادداشت مین نہایت جوش و مسرت کے ساتھ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر ہونے کا ذکر کیا ہے، صحیح طور پر اگرچہ یہ معلوم نہین ہے کہ دہلی کی علمی حلقہ مین سید علامہ کب تک رہے، تاہم ان کی تالیفات مین جو تحقیق و جامعیت کا رنگ پایا جاتا ہے، اس مین "ولی اللہی" مذاق کو بہت کچھ دخل ہے،

سفر حج ابھی عنفوان شباب تھا، کہ حج کا شوق مستولی ہوا، اور نوعمری مین حجاز روانہ ہوگئے، میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے،

"در حداثت سن توفیق زیارت حرمین شریفین یافتہ"

ایک سید جب عرب پہونچتا ہے تو اُس کو اپنا آبائی وطن یاد آجاتا ہے، اگرچہ عارضی وطن کی آسانیان اُسے پھر اُسے اپنے ملک مین واپس لے آتی ہین، مگر سید مرتضیٰ جب اپنے حقیقی وطن مین پہونچ گئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کو گویا بالکل بھول گئے، اور کچھ اس طرح بھوے کہ پھر اس دیس کی طرف کبھی رُخ نہین کیا، عموماً عرب ہندوستان کا تذکرہ اپنی کتابون مین کچھ اسطرح کرتے ہین کہ گویا اُس سے کوئی تعلق ہی نہ تھا،

سفر زبید اسلامی علوم مین سے سید مرتضیٰ کا فطری میلان زیادہ تر حدیث اور ادب کی طرف تھا، ہندوستان مین اسوقت میر زاہد سلم سلم کی دُھوم مچی ہوئی تھی، دہلوی خاندان اگرچہ حدیث و قرآن کا علم بردار تھا، تاہم ملک کا عام علمی ماحول معقولی تھا، جس سے غالباً سید مرتضیٰ کچھ خوش نہ تھے، جب عرب پہونچے، تو وہان معقولات سے زیادہ اُن کو اپنے مذاق کی چیزین نظر آئین، حدیث، ادب، تفسیر کے بڑے بڑے ماہرین، عرب کے مختلف شہرون اور دیہاتون مین درس دے رہے تھے، پھر کیا تھا علم کا متلاشی دُھونی رما کر جم گیا، اگرچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بجاے خود دار العلوم تھے، لیکن سارے عرب مین

یمن کو علمی حیثیت سے امتیاز حاصل تھا، اور اب بھی ہے، یمن کا مشہور تعلیمی شہر زبید تھا اور سنا جاتا ہے کہ اب بھی ہے، سید مرتضیٰ زبید کی شہرت سُن کر اسی طرف روانہ ہوئے، حسن اتفاق تھا کہ زبید کے مشاہیر ارباب درس مین اس وقت علامہ عبد الخالق بن زین مزجاجی بھی تھے جنھون نے ہندوستان کے مختلف علماء و مشائخ سے پڑھا اور فائدہ اُٹھایا، جن مین علامہ حیات سندی شیخ عبد الکریم ہندی، شیخ امر اللہ ہندی خاص طور پر قابل ذکر ہین، اس لحاظ سے شیخ عبد الخالق پر ہندستان کا خاص حق تھا، بلگرام کا نوجوان طالبعلم جب زبید پہونچا، تو سب سے پہلے شیخ عبد الخالق ہی کے سایۂ عاطفت مین اسکو جگہ ملی، جسکی خبر ہندوستان بھی پہونچی تھی، اور میر غلام علی نے مآثر مین اس کا تذکرہ بھی کیا ہے،

آخر مین زبید کا مشہور علمی قدیم خاندان اہدلیہ اُن پر مہربان ہوگیا، اس زمانہ مین اس خاندان کی درسی و افادی ریاست شیخ احمد بن محمد شریف مقبول اہدل[1] پر ختم ہوتی تھی جو نہ صرف علوم نقلیہ کے ماہر بصیر تھے، بلکہ علوم عقلیہ مثلاً منطق، حساب، ہیئت مین بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے، پیچیدہ مسائل کے حل مین اُن کو خاص کمال تھا، تقریباً یہ کمال اُن کو تمام علوم متداولہ مین حاصل تھا، علامہ مرتضیٰ شیخ عبد الخالق کے بعد اُنھین کے فیوض سے مستفیض ہوتے رہے، اور زبید کی علمی دلچسپیون مین کچھ ایسے منہمک ہوے کہ گویا یہی اُن کا وطن ہوگیا، تاج العروس کے خاتمہ نویس نے لکھا ہے:-

واقام بزبید مدۃ طویلۃ حتی	ایک زمانۂ دراز تک زبید مین رہے، یہانتک کہ لوگون نے
قیل لہ الزبیدی واشتہر بذلک	زبیدی کہنا شروع کیا اور آجتک اسی نسبت سے مشہور ہین،

اور خود ان پر بھی زبید کا بہت گہرا اثر تھا، مصر سے ایک دوست کے نام خط لکھتے ہین اس مین

[1] اہدل کے معنی عام طور پر اقرب (نزدیک) کے لیے جاتے ہین لیکن بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ یہ لفظ "علی اللہ دل" کی مصحف شکل ہے واللہ اعلم بالصواب،

جب زبید کا ذکر آیا تو قلم سے بیاختہ یہ جملے نکل پڑے،

خدائے واحد منان سے یہ دعا ہے، کہ کاش! مجھے پھر اس خطہ (زبید) مین پہونچاتا، تاکہ

اپنے پرانے گذرے ہوے دنون کی یاد تازہ کرتا اور اُس سرزمین سے انس حاصل کرتا؛

حج مکہ اور طریقہ قدسیہ عیدروسیہ مین بیعت

عموماً تاریخون مین لکھا ہے کہ سید علامہ نے متعدد حج کیے ہین، نہین معلوم کہ یہ کس حج کا واقعہ ہے کہ یہ زبید سے مکہ مکرمہ بارادۂ حج آئے ہوے تھے کہ خدا کے گھر مین، نبوت کے گھرانے کا اُن کو ایک آفتاب مل گیا، یہی وہ روشنی تھی جس نے سید کی حقیقت مین انقلاب پیدا کردیا، اُن کے علم کو عرفان سے، دانستن کو شناختن سے بدل دیا، یعنی عیدروسی طریقہ کے ایک "حبیب" سید عبدالرحمن بن مصطفی العیدروسی کی زیارت نصیب ہوئی، خدا جانے سید علامہ نے ان مین کیا دیکھا، کہ بلگرام، الہ آباد، دہلی، اور زبید کی گلیون مین گھوم گھوم کر جو سرمایہ اتنی طویل مدت مین جمع کیا تھا اُس کو اس عیدروسی درویش کے قدمون پر نثار کردیا، تاج العروس کے خاتمہ نگار نے لکھا ہے،

واجتمع بالسید عبد الرحمن العیدروس بمکة المشرفة ولازمه ملازمة کلیة

مکہ مکرمہ مین سید عبدالرحمن عیدروس سے اُن کی ملاقات ہوئی اور کلی طور پر بجز انھین کے ہو رہے،

سید علامہ خود لکھتے ہین؛

فانه ممن ربانی وبلبان تادیبه غذانی،

انھون نے میری پرورش فرمائی اور اپنی تادیب کے دودھ سے مجھے سیراب کیا،

سید عبدالرحمن بن مصطفے العیدروس نے اگرچہ باطنی اور ظاہری کمالات کا اکتساب زیادہ تر اپنے والد مرحوم اور سید عبدالرحمن بافقیہ سے کیا تھا، تاہم ان کے زمرۂ اساتذہ مین چند ہندوستانی علما بھی تھے، ابجد العلوم مین لکھا ہے کہ انھون نے شیخ حیات سندی مولوی غلام حیدر ہندی اور سید

فضل اللہ بن احمد ہندی سے بھی پڑھا تھا، ممکن ہے کہ اس ہندوستانی رابطہ نے سید عیدروسی کی خاص توجہ علامہ مرتضی پر مبذول کرادی ہو، بہر حال کچھ بھی ہو، عیدروسیہ سلسلہ مین داخل ہوجانے کے بعد سید علامہ کا علمی ساز، روحانی سوز سے بدل گیا، آسمان کے نیچے یہ ایک عجیب تماشا تھا، کہ ایک محدث مسند الوقت، محدث، و لغوی ایک درویش کے قدمون پر جھکا ہوا تھا، نہ اُسے اپنے علم کا خیال تھا، نہ اپنے فضل کا لحاظ تھا، حیرت تو اس پر ہے کہ سید مرتضی نے باایں ہمہ تبحر و وسعت نظر، سید عبدالرحمن عیدروس سے مختصر المعانی سبقاً سبقاً پڑھی، اور احیاء العلوم غزالی کا بھی ایک حصہ اپنے پیر ہی سے پڑھا، اسی درس سے احیاء العلوم کی اس عظیم الشان ضخیم شرح کی بنیاد پڑگئی جو اتحاف السادة المتقین فی شرح احیاء علوم الدین کے نام سے مشہور ہے، مصر والون نے اُسے چھاپ دیا ہے اور ایک قیمتی ذخیرہ معلومات کی حیثیت سے علمائے اسلام کے ہاتھون مین ہے،

سفر مصر

مین کہہ چکا ہون، کہ سید علامہ پر بیعت کے بعد دوسرا رنگ چڑھ گیا تھا، وہ اپنی مرضی اور ارادہ سے دست بردار ہوچکے تھے، اب ان کی ہر جنبش، ان کا ہر سکون پیر کے اشارۂ چشم کے ساتھ وابستہ تھا، تاج العروس کے خاتمہ نگار کا بیان ہے، کہ سید مرتضی اپنے پیر کے حکم و ترغیب سے بجائے ہندوستان کے جو ان کا وطن تھا، عرب سے سیدھے مصر کی طرف روانہ ہوے، اور ۹ صفر ۱۱۶۷ھ مین قاہرہ پہونچے، اور ایک زمانہ تک خان الصاغہ کی سرائے اُن کی قیامگاہ تھی؛

مصر کے مشاغل

درویش پیر نے اپنے محدث و لغوی مرید کو مصر کس لیے بھیجا تھا، اِس کو کون جان سکتا ہے لیکن سید مرتضی نے اپنے اس قیام کو غنیمت خیال کیا،

اپنے ایک خط مین لکھتے ہین،

اللہ تعالیٰ کے مجھ پر جو احسانات ہین اُن مین ایک بڑا احسان یہ ہے کہ مین جب مصر پہونچا تو بیکار پڑا نہ رہا، بلکہ فرصت نکال کر مین یہان بھی طلب علم مین منہمک اور اس کے رموز و اسرار کے

حل مین مصروف ہوگیا،

اطرافِ مصر کی سیاحت سیّد مرتضیٰ کو علم حدیث کی متعدد شاخون مین سے مختلف النوعیت سند کے حصول کا بہت شوق تھا، زبید کے ایک عالم کے نام ایک گرامی نامہ مین لکھتے ہین،

وہ دن جو گذر گئے، اُن مین اس کا خاص شوق تھا کہ لوگ عالی سند کی تلاش مین دور دراز ممالک کا سفر اختیار کرتے تھے، لیکن اب یہ ذوق معدوم ہورہا ہے، وہ بساط ہی اُلٹ گئی ہمتین پست ہین بگڑی کے بنانے والے کوتاہیون کے دور کرنے والے وہ بزرگان دین کہان ہین جن پر فن کو فخر تھا،

پھر اپنے متعلق ایک خاص مسرّت و نشاط کے ساتھ لکھتے ہین جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حدیث کی اس صنف کا ذوق اُن پر کسقدر غالب تھا، اُن کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے،

لیکن ان گذشتہ بزرگون کی آثار کا کچھ حصّہ اب بھی باقی ہے، دنیا کے گوشون مین وہ چیزین اب بھی کہین نہ کہین مل جاتی ہین، اور یہ بندہ الحمدللہ اُن لوگون مین ہے جس نے علم حدیث اور علم اسناد کے اساتذہ کی خدمت مین بہت کچھ تگ و دو کی ہے، اور ان سے حاصل کرکے اب اُس نے اپنے علمی صحن مین اپنا دسترخوان بچھایا ہے،"

سندِ عالی تلاش کیون کی جاتی ہے، اس کی وجہ اُنھون نے اُسی کتاب مین یہ بیان کی ہے،

حدیث کی سندون مین سندِ عالی معتبر ہوتی ہے یعنی جسمین وسایط کم ہون، اور یہ قاعدہ ہے، کہ جہان تک وسایط کم ہونگے جھوٹ کا احتمال کم ہوتا جاتا ہے، اور جہان تک واسطے زیادہ ہونگے کذب کا احتمال قوی ہوتا جاتا ہے،

بہر حال قیامِ مصر کے زمانے مین اُن کا ابتدائی مشغلہ یہی تھا کہ مشایخِ حدیث کی خدمت مین حاضر ہوتے اور اُن کے پاس جو سند ہوتی اس کو حاصل کرتے، علمائے مصر مین اُن کو ایک ایسا محدث ملا جسکی سند گو معاصرین کے

لحاظ سے بہت عالی تھی، ایک خط مین خصوصیت کے ساتھ اُن کا تذکرہ کیا ہے، اور آخر مین لکھا ہے،

وَلَمْ ینبہ لعلو سندہ الا القلیل لاستغنا لھم باحوالھم — لیکن اس محدث کی اونچی سند پر بہت کم لوگون کو تنبہ ہوتا ہے کیونکہ عموماً لوگ اپنے ذاتی معاملات مین منہمک ہین،

اسی ذوق مین اُنھون نے قاہرہ سے بھی باہر قدم نکالا اور مختلف اضلاع و بلاد مین گھومتے رہے، ایک یادداشت مین ان مقامات کی تفصیل بھی لکھی ہے، جہان جہان سند کی تلاش مین یہ پہونچے ان مین اسیوط، جرجان، فرشوط، دمیاط، محلہ، سہنود، بوصیر، دمنتور خاص طور پر قابلِ ذکر ہین،

فلسطین کا سفر سب کچھ مل رہا تھا، لیکن علم کی پیاس کسی طرح نہین بُجھتی تھی، آخر اسی سلسلہ مین (نیز بہ نیتِ زیارت) بیت المقدس کا بھی سفر کیا، ایک خط مین خود لکھتے ہین،

"مین نے بیت المقدس کا بھی سفر کیا، اور وہان کے ارباب اسناد کی خدمت مین حاضر ہوا، بیت المقدس سے رملہ بھی اُسی دُھن مین پہونچا، اور ہر جگہ مین نے حدیث کی سماعت کرکے سند حاصل کی"

تحصیل اجازات محدثین کا دستور تھا کہ اگر کسی استاد کے پاس خود نہین پہونچ سکتے تھے تو خط و کتابت کے ذریعہ سے اجازت نامے منگوایا کرتے تھے، سیّد علامہ نے یہ بھی کیا، خود لکھتے ہین،

"مجھے حلب، فاس، تونس، سولا، تلمسان کے محدثین نے بھی اجازت نامے لکھکر بھیجے، ماسوا اس کے مصر مین بھی مغرب اقصیٰ کے چند صاحب اسناد محدثین کی ملاقات سے شرف اندوز ہوا، اور اجازت حاصل کی"

مصر کا مستقل قیام اور نکاح جس نے کسب کمال مین اتنی جان فرسا محنت کی ہو، اُس کی علمی وسعت کا کون اندازہ کرسکتا ہے، سیّد علامہ مین اُس کے بعد جس قسم کی جامعیت پیدا ہوگئی تھی، وہ اپنے زمانہ مین اپنی آپ نظیر تھی، وہ ادیب تھے، مفسر تھے، محدث تھے، لغوی تھے، منطقی تھے، فلسفی تھے، آپ کو فقہ اربعہ کی

اجازت حاصل تھی، اور اُن کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ تھی، کہ اسی عرصہ مین ایک شیخ کامل کی نظرِ توجہ اُن کو نصیب ہوئی، جس نے اُن کے سارے علمی کمالات کو مرکزِ انابت پر گردش دیدیا تھا، وصرف علوم بلکہ اس سیر و سیاحت مین اُن کو مختلف اسلامی زبانون پر بھی عبور حاصل ہوگیا تھا، خصوصاً فارسی، ترکی، نہایت آسانی کے ساتھ بولتے اور لکھتے تھے، اور عربی تو ان کی گویا مادری زبان ہوگئی تھی، اگرچہ تاریخون مین اس کا ذکر نہین ہے، لیکن بارھوین صدی ہجری کے ہندوستانی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اُردو نہ جانتا تھا بالکل بعید از عقل ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ حجتی اور پشتو کے سوا دنیاے اسلام کی ہر ایک زبان سے وہ واقف تھے، اور اس مختلف زباندانی نے آئندہ زندگی مین اُن کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا،

بہرحال اب سید علامہ نے کسی خاص مقام پر جم کر کام کرنے کا ارادہ کیا، پیر کا حکم مصر مین رہنے کا تھا، پھر مصر کے سوا کہان جاتے، محلہ عطفۃ الغسال مین آپ نے ایک مستقل مکان لیا اور دمیاط کے ایک بزرگ ذوالفقار دمیاطی جو غالباً ان کے عقیدتمند تھے، اُن کی دختر نیک اختر سے جن کا نام زبیدہ تھا، آپ نے نکاح کرلیا، اور تالیف و تصنیف کو اپنا خاص موزون شغل قرار دیا،

تاج العروس کی تالیف قاموس فنِ لغت مین گویا ایک متن متین ہے کیونکہ فیروز آبادی نے نہایت مختصر لفظون مین زیادہ مطالب کے سمیٹنے کی کوشش کی ہے، سید علامہ کی غالباً سب سے پہلی نگاہِ انتخاب اسی پڑی اور کامل چودہ سال گوشۂ تنہائی مین بیٹھ کر آپ نے اس ٹھوس اور جامع کتاب کی ایک ضخیم شرح نو جلدون مین لکھی، اور تقریباً ہر جلد کے صفحات پانسو صفحات سے کم نہین ہین، حالانکہ اس کتاب کا طول و عرض بہت غیر معمولی ہے، اگر چھوٹی تقطیع پر شائع کی جائے تو مین یہ خیال کرتا ہون کہ اس کی ضخامت بجائے نو جلدون کے اٹھارہ جلدون تک پہونچ جائے گی،

تاج العروس کی ختم کی تقریب سید علامہ چودہ سال تک نہایت خاموشی کے ساتھ اس مہم کے سر کرنے مین مسلسل

مصروف رہے، جب کام ختم ہوگیا، تو آپ نے قدیم دستور کے مطابق، مصر کے تمام اعیان و اشراف کی عموم و عام سے ایک دعوت کی جسمین علما، صلحا، مشائخ، الغرض ہر طبقہ کے لوگ شریک تھے، دعوت کے بعد آپ نے سب کو ایک مجلس مین جمع کیا، اور اپنی محنت اُن کے سامنے پیش کی، لوگ انگشت بدندان تھے، حیرت تھی کہ ہندوستان کے غریب الوطن مسافر نے یہ کیا کیا اور بالاتفاق سبھون نے اُن کی جلالتِ قدر کا اعتراف کیا، مصر کے مسلم الثبوت اساتذہ و سربرآوردہ علما نے نہایت فراخدلی کے ساتھ اس پر اپنی تقریظین ثبت کین، اُن مین اپنے زمانہ کے شیخ الکل شیخ علی صعیدی، شیخ احمد دردیر، شیخ ابو الانوار خاص طور پر قابلِ ذکر ہین،

تاج العروس کی شہرت عامہ اور اسکی شاہانہ قدر و منزلت مصر مین جس وقت اس کتاب کا غلغلہ بلند ہوا، تو اطراف و جوانب سے جوق در جوق لوگ اس ندرت انگیز، حیرت خیز چیز کے دیکھنے کے لیے اُمنڈ پڑے، رفتہ رفتہ اس کی جلالتِ شان، علوِ مرتبت کا شہرہ دوسرے اسلامی ممالک تک پہونچا، قسطنطنیہ سے خلیفۃ المسلمین کا فرمان آیا، کہ اس کا ایک نسخہ سلطانی کتابخانہ کے لیے فوراً بھیجا جائے، مراکش کے سلطان نے بھی اس کا ایک نسخہ طلب کیا، دارفور کے امیر نے بھی ایک نسخہ اپنے لیے لکھوایا، حالانکہ اگر بکفایت بھی لکھوایا جاتا تو ہر نسخہ کی لکھائی پر کم از کم ایک ہزار ریال خرچ ہوتا تھا، اس سے مسلمانون کے علمی ذوق اور اسلامی امرا کی علم دوستی کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہ کل کی بات ہے، لیکن زمانہ کی اس نیرنگی کا کچھ ٹھکانا ہے کہ آج اگر کسی اسلامی کتاب کی قیمت بدقسمتی سے دس یا بیس تک پہونچ جاتی ہے، تو اُس کے مصنفین صرف کیڑون اور دیمک کے نگران کار بنکر رہ جاتے ہین،

شغل درس حدیث تاج العروس نے مصریون کی آنکھین کھولدین، اب اُنھون نے پہچانا کہ اُن مین کس گھرانے کا، کس ملک کا، کون آدمی ہے، نہ صرف عوام الناس، بلکہ ممتاز افاضل مصر بھی سید علامہ کی خدمت مین عقیدت کے ساتھ آنے لگے، جیسا کہ مین لکھ چکا ہون، سید ممدوح کو اسناد و اجازات کا

ذاتی شوق تھا آنے جانے والون پر بھی یہ ذوق غالب ہوا اور انھون نے سیّد سے سند کا مطالبہ شروع کیا، حتیٰ کہ آخر مین مصر بلکہ دنیائے اسلام کے سب سے بڑے علمی مرکز مین بھی جنبش ہوئی اور ازہر کے شیوخ واساتذہ بھی حصولِ سند کی غرض سے آپ کی خدمت مین آنے لگے، اسوقت آپنے فرمایا کہ جب تک میرے سامنے حدیث سنی یا سنائی نہ جائے گی، سند نہین دے سکتا، آخر یہ طے ہوا کہ شیخون کی جامع مسجد مین جو صلیبیہ مین ہے، ہر پیر اور جمعرات کو سیّد علامہ حدیث کا درس دین گے، حلقہ مین جو شریک ہونگے اُن کو سند دیجائے گی اور اسی کے بعد تالیف کے سوا تدریس کا بھی سلسلہ جاری ہوا،

سید علامہ اُس زمانہ مین محلہ عطفۃ الغسال سے سویقۃ اللالا مین منتقل ہو گئے تھے، یہین سے آپ شیخون کی جامع مسجد مین جاتے اور درس دیتے،

آغازِ درس سب سے پہلی کتاب جو سید علامہ نے شروع کرائی وہ صحیح بخاری تھی، سید حسن شیخونی قاری تھے اور دوسرے حضرات سنتے تھے، دنیا یہ سُن کر تعجب کرے گی اس درس مین جامع ازہر کے مشہور اساتذہ ومعلمین بھی ہوتے تھے، جن مین شیخ احمد سجاعی اور شیخ مصطفےٰ طائی بہت زیادہ ممتاز تھے،

طریقِ درس مصر مین بھی اس زمانہ مین درسِ حدیث کا وہی عام طریقہ تھا، جو اسوقت ہندوستان مین مروج ہے یعنی شاگرد کتاب پڑھتا جاتا ہے اور استاد سنتا رہتا ہے، جہان پر کوئی چیز قابلِ ذکر ہوتی ہے اُسے بتا دیتا ہے لیکن سلف کا طریقہ درس یہ نہ تھا، وہ املا کراتے تھے، یعنی استاد متن وسند کے ساتھ حدیث کو زبانی بیان کرتا تھا، اور پھر مختلف اعتبارات سے اسپر بحث کرتا تھا، سید علامہ نے عام طریقہ کے سوا املا کی رسمِ کہن کو پھر زندہ کیا، اپنے ایک خط مین لکھتے ہین،

> مین معمولی درس کے بعد، قدیم حفاظ کی طرح املا بھی کراتا ہون، جس مین متن کے ساتھ سند بھی بیان کرتا ہون، اور مطالب ومعانی سے بیچ بیچ مین بحث کرتا جاتا ہون، طلبہ میری ان تقریرون کو قلم بند کرتے ہین جو اسوقت متعدد جلدون کی شکل مین مرتب ہو چکی ہین،

بسط وتفصیل کی نوعیت سید علامہ اپنے اس املائی درس مین کتنی تفصیل وتوضیح سے کام لیتے تھے، اس کا اندازہ محض اس سے ہوسکتا ہے، کہ ام ذرع کی مشہور حدیث جو غالباً بیس بائیس سطرون سے زیادہ نہین ہے، اُس کے متعلق آپنے جن مضامین کا املا کرایا صرف اس کی ضخامت سات جز تک پہنچ گئی، اُسی خط مین لکھتے ہین،

> ام ذرع کی حدیث پر مین نے سات جزون مین املا کرایا ہے، اس حدیث کی شرح چودہ مجلسون مین ختم ہوئی طلبہ اُسکی نقلین لے رہے ہین اور مختلف ممالک مین پھیلا رہے ہین،

مصریون پر آپ کا اثر یون تو جب سے تاج العروس شائع ہوئی تھی، آپ کے فضل وجلالت کا پرچم مصر مین لہرا رہا تھا، لیکن حدیثِ شریف کے اس انوکھے طریقہ درس نے آپ کی شان وعظمت کو دوبالا کر دیا اور عوام سے لیکر خواص ہر ایک آپ کا ثنا خوان، اور عقیدتمند تھا، امرا اور اعیانِ دولت جوشِ عقیدت مین آکر آپ کو اپنی محلسرا ؤن مین بلاتے اور اس تقریب سے عظیم الشان دعوتین کرتے،

مجلسِ دعوت سید علامہ کا یہ دستور تھا، کہ جب کسی امیر کے یہان سے دعوت آتی تو اپنے طلبہ کاتب، نیز دیگر متوسلین کو لیکر اُس کے مکان پر پہنچتے، داعی اپنے مکان کو ہر قسم کی آرائشون سے سجاتا، گھر کے لوگ نئے کپڑے پہنتے، مردون کا مجمع سامنے ہوتا، عورتین اور بچیان پردے کے پیچھے ہوتین، عود بخور اور ہر قسم کی خوشبوئین چیزین جلائی جاتین، اسکے بعد سیّد بخاری، دارمی یا کسی دوسری کتاب کی چند حدیثین سند کے ساتھ سناتے، پھر سب ملکر درود شریف پڑھتے، اُسکے بعد کاتب اُٹھتا، اور تمام حاضرین خواہ مرد ہون یا عورت بلکہ بچون کے بھی نام لکھتا، پھر اُس پر تاریخ ووقت درج کرکے سیّد علامہ کی خدمت مین لاتا، سیّد اُسپر "صح ذلک" لکھدیتے، اور یہ محدثین کا قدیم دستور تھا،

بیرونِ مصر مین آپ کا آوازہ مین کہہ چکا ہون کہ تاج العروس کی شہرت اسلامی دنیا کے سلاطین تک پہونچ چکی تھی، اب اُسی کے ساتھ سیّد علامہ کے درسِ حدیث کی خوشبو مصر کی دیوارون کو پھاند کر غیر ممالک مین

پہونچی، اکثر اقطار و امصار سے لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے، اور جو نہین آسکتے تھے، وہ تحریر کے ذریعہ سے سند اور اجازت نامے منگوایا کرتے تھے، سید علامہ اپنے ایک خط مین لکھتے ہین،

"اسوقت تک مین نے غزہ (شام) دمشق، حلب، عین تاب، موصل، آذربیجان (ایران)، تونس، الجزائر، دیاربکر، مدراس (ہندوستان) اتن اپنی سند اور اجازت نامے بھیجے"

تاج العروس کے خاتمہ نگار کا بیان ہے کہ صرف انھین ممالک سے نہین، بلکہ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے روزمرہ آپ کے پاس درخواستین پیش ہوتی تھین، اور عوام ہی نہین، بلکہ اُن ممالک کے امراء و سلاطین بھی خطوط لکھتے، اور نہایت نیازمندی کے ساتھ اجازت نامے یا سند طلب کرتے، خاتمہ نگار نے اس سند مین لکھا ہے، کہ یمن، شام، ہندوستان، بصرہ، عراق، مراکش، سوڈان، قزان، الجزائر، الغرض ہر طرف سے شدید تقاضے آتے رہتے تھے،

خلیفۃ المسلمین کی درخواست آخر مین قسطنطنیہ سے خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید اول نے آپ کو قسطنطنیہ آنے کی دعوت دی، اور آپ نے منظور بھی فرمالیا تھا، لیکن پھر خدا جانے کیا موانع پیش آئے کہ نہ جاسکے، سلطان نے اُس کے بعد یہ درخواست پیش کی کہ تو پھر وہین سے مجھے اپنی سندون، اور حدیث کی کتابون کی اجازت لکھ بھیجئے، سید علامہ نے اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ لکھ کر بارگاہ سلطانی مین بھیجا، سلطان کے ساتھ ترکی کے مشہور فاضل خبیر، صدر اعظم علامہ راغب پاشا نے بھی آپ سے سند اور اجازت نامہ حاصل کیا، اور دنیاوی حیثیت سے ایک مسلمان عالم کا یہ آخری نقطۂ عروج تھا، جو ایک غریب الوطن ہندوستانی عالم کو دوسرے ملک مین حاصل ہوا، قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء

اوراد و وظائف کی اجازت مصر مین سید علامہ کا قیام اپنے پیر کے حکم سے تھا، وہان حدیث تفسیر یا جس چیز کا درس دیتے تھے، سب مین بجائے درس کے تلقین و ذکر کی شان زیادہ غالب تھی، اپنے درس مین

خلافیات و جدلیات سے زیادہ حقائق و معارف، فضائل اعمال کی حدیثون پر زور دیتے تھے، اسی کے ساتھ اپنے شیخ سے جن اذکار اور اوراد کی آپ کو اجازت تھی، طالبین کی اس طرف بھی راہنمائی فرماتے تھے، تاج کا خاتمہ نگار لکھتا ہے،

ویجیزھم باوراد واحزاب — اور لوگون کو وہ ورد و وظائف کی بھی اجازت دیتے تھے،

سید علامہ کا حلیہ و سیرت تاج العروس کے خاتمہ نگار نے آپ کی شکل و صورت کی پوری توضیح کی ہے، اور مین اُسی سے نقل کرتا ہون، اس کا بیان ہے، سید مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ میانہ قد، چھریرے بدن کے تھے، رنگ سُنہرا تھا، اعضا متناسب تھے، ڈاڑھی بہت معتدل تھی، لیکن اکثر حصہ سفید ہوچکا تھا، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے، چہرہ پر ایک دائمی بشاشت رہتی تھی، لیکن اسی کے ساتھ نہایت باوقار اور بھاری بھرکم تھے، اُن کی مجلس بارعب اور پر ہیبت ہوتی تھی، اخلاق نہایت پاکیزہ اور لطیف تھے، گفتگو نہایت دلچسپ، پُرمغز، نوادر، و لطائف سے معمور ہوتی تھی، حافظہ نہایت قوی تھا، نہایت سمجھدار اور ذکی طبیعت تھی،

لباس و وضع سید علامہ اچھے لباس کے شوقین تھے، بدن پر ہمیشہ صاف ستھرا جامہ ہوتا، سر پر یمن والون کی طرح عمامہ باندھتے، جس مین جالیان اور ریشمی زرکش ڈورے پڑے ہوتے،

ذرائع معاش مین نے تلاش کیا، کہ سید علامہ کے گذر اوقات کی کیا صورت تھی، لیکن کوئی واضح بیان نہ ملا، تاہم اُن کی جو زندگی تھی، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فراخی رزق سے بھی اُن کو نوازا تھا، اپنے ایک خط مین اُنھون نے لکھا ہے کہ اسوقت ہمارے یہان دو حبشی لونڈیان اور ایک حبشی غلام ہے، باندیون کا نام سعادہ اور رحمت تھا، اور غلام کا نام بلال تھا، اور یہ عجیب بات ہے کہ سید علامہ جب اپنے لیے کسی عالم سے سند یا اجازت نامہ طلب کرتے تو اس مین لکھتے کہ میری بیوی اور میری لونڈیون اور غلام کے نام سے بھی اجازت نامہ بھیجئے گا،

بہر حال معاشی حیثیت سے سید علامہ کی حالت اچھی تھی، اس کا سامان کہان سے ہوتا تھا، غالباً

گمان یہ ہے کہ حکومتِ مصر، یا وہان کے ارباب خیر آپ کی مدد کرتے تھے، اور شہرتِ عامہ کے بعد ممکن ہے کہ خلیفۃ المسلمین یا دوسرے سلاطین کے یہان سے آپ کو امدادین ملتی ہون،

آخر عمر اور وفات

بہرحال جو بھی صورت حال ہو، سید علامہ نہایت عزت وجلال، صیت وشہرت کے ساتھ مصر مین زندگی گذار رہے تھے، اور یہ کہنا مبالغہ نہین ہے کہ اپنے عہد مین خدا نے اُن کو وہ بلند رتبہ عطا فرمایا تھا جو نہ صرف اس زمانہ مین بلکہ اس سے پیشتر بھی کم لوگون کو نصیب ہوا تھا، وہ مصر ہی کے نہین، بلکہ اپنے زمانہ مین دنیاے اسلام کے سب سے بڑے محدث، سب سے بڑے ادیب، سب سے بڑے لغوی، اور آخر مین ایک مرتاض، صاحب باطن ولی اللہ تھے، تقریباً ہر اسلامی ملک کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے، اور جیسا کہ بتا چکا ہون کہ آپ تقریباً ہر اسلامی ملک کی زبان سے واقف تھے، اس لیے قدرتی طور پر جو بھی آپ کے پاس آتا تھا وہ آپ کو اپنا پاتا تھا، ایرانی آتے تو اُن سے فارسی مین گفتگو ہوتی، فارسی زبان کے مؤلفین وشعراء کا کلام اُن کو سناتے، وہ اُس سے خوش ہوتے، ہندی جاتا تو ہندوستانی علماء کا حال پوچھتے، ترکی ہوتے تو ترک فضلاء وصوفیاء کی قیمتی باتین اُن کو سناتے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اُن مین ہر ایک آپ کو اپنا سمجھتا تھا، اور غالباً مختلف زبانون کے علم نے آپ کی قابلیت کے سونے پر سہاگہ کا کام کیا تھا، اور پھر یہی نہین بلکہ کچھ دنون سے جو مسلمانون کا ایک عام دستور ہو گیا تھا کہ جن لوگون کو ظاہری علوم وفنون مین انہماک ہوتا ہے وہ باطن سے عموماً صفر یا کم از کم ناآشنا ہوتے ہین، اور اسی طرح اربابِ باطن علومِ ظاہری کی طرف کم توجہ فرماتے ہین، اگرچہ سچ یہ ہے، کہ جس نے حقیقت کو پا لیا وہ مجاز سے بے نیاز ہو جاتا ہے، تاہم بے بصرون کے لیے نکتہ چینی کا موقع باقی رہتا ہے، لیکن سید علامہ کی عجیب شخصیت تھی، وہ ایک ہی وقت مین، ایک ہی زمانہ مین اگر ایک طرف سیبویہ اور جوہری کے جانشین تھے، تو دوسری طرف ابن حجر اور عینی کے مسند درس کو اُن پر ناز تھا، اگر ایک حیثیت سے ابن ہمام اور ابن نجیم کی روح اُن کی فقہی نکتہ سنجیون سے مسرور تھی تو دوسری طرف یہ حیرت انگیز تماشا تھا

کہ سیدنا غوث الثقلین، وسیدنا حبیب العیدروس الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک آنکھون کی آپ ٹھنڈک تھے، اور یہی وہ جامعیت ہے، جسکی ائمہ اسلام مین تمنا کی جاتی ہے، لیکن افسوس ہے کہ بہت کم پوری ہوتی ہے، لیکن جہان کہین اور جب کبھی کسی مین چارون حیثیتین جمع ہو گئی ہین، مسلمان اسکی طرف پل پڑے ہین، اسلامی دنیا ایسی شخصیت کے آگے لوٹنے لگی ہے، اور یہی حال سید علامہ کا بھی ہوا، لوگ ہر چہار طرف سے اُمڈے پڑتے تھے، مختلف آرزو، مختلف سوالات، مختلف مشکلات لیکر آتے، اور تشفی حاصل کر کے جاتے تھے، ارشاد وہدایت، درس وتدریس، وعظ وتذکیر، خط وکتابت کا دریا بہ رہا تھا، اور پیاسے سیراب ہو رہے تھے، وفات سے کچھ دن پیشتر تک خدا کا یہ فیض عمیم اسی طرح موجین مار رہا تھا، کہ یکایک خدا جانے آپ نے کیا محسوس کیا کہ تاج العروس کا خاتمہ نگار لکھتا ہے کہ اچانک :-

لزم داره واحتجب عن اصحابه وانعكف بداخل الحي يمه واغلق الباب وترك الدروس والاقراء

گھر مین بیٹھ گئے، اور اپنے شاگردون سے چھپ گئے اور ڈیوڑھی کے اندر معتکف ہو گئے، دروازہ لگا دیا، پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا،

کیا دیکھا، یا کیا دکھایا گیا، بہرحال اثر یہ تھا کہ ایسی بلند ووسیع شخصیت یکایک سمٹ گئی، اور جو سب کچھ تھا وہ کسی کے لیے گویا کچھ نہ رہ گیا، اُسی کے کچھ دن بعد قاہرہ مین طاعون پھیلا، جامع کردی جو سید علامہ کے مکان کے روبرو واقع ہے، وہین نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے تشریف لے گئے، نماز سے فارغ ہوئے کہ طاعون کا اثر محسوس کیا، گھر پہونچے، اور زبان بند ہو گئی ہفتہ کا دن اسی خاموشی مین گذرا اور اتوار کے دن علم وعرفان کا وہ آفتاب، جو گنگا کے ساحل پر طلوع ہوا تھا، نیل کی وادی مین غروب ہو گیا، فانا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲۰۵ھ ہجری شعبان کا مہینہ تھا،

شہر مین شیوعِ طاعون کی وجہ سے سراسیگی پھیلی ہوئی تھی، کسی کو اس واقعہ کی خبر بھی نہین ہوئی، حتیٰ کہ جامع ازہر کے اساتذہ جن مین آپ کے شاگردون کی ایک بڑی جماعت تھی، اُن کو بھی آپ کی

وفات کا اُسوقت علم ہو سکا، محلہ مین جو چند مسلمان تھے اُنھون نے آپ کی تجہیز و تکفین کی، ادہر کی
مشہور درگاہ سیدہ رقیہ مین اس علمی دفینہ کو لوگون نے محفوظ کر دیا، تاج العروس کے خاتمہ نگار نے لکھا ہے
کہ سید علامہ نے اپنی زندگی مین ایک قبر اپنے لیے اس درگاہ مین بنوائی تھی اور اس مین مدفون ہوئے
عاش حمیدا ومات شہیدا فالحیوٰۃ حیوٰتہ والممات مماتہ اللھم اغفر لہٗ
واجعلہ من ورثۃ جنۃ النعیم ونور قبرہ وقدس سرہٗ وارض عنہ وعن امۃ محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین؛

اولاد | مین نے لکھا ہے کہ سید علامہ نے قاہرہ مین شادی کر لی تھی، لیکن کوئی اولاد نہین ہوئی،

تالیفات | اگرچہ جسمانی طور پر مصر مین اس واسطی سید کا کوئی سلسلہ جاری نہین ہوا، لیکن اُس کے ان علمی سلسلون کو کون گن سکتا ہے، نہ صرف مصر بلکہ اسلامی دنیا پر چھا گئے، مختلف علوم و فنون مین سید علامہ کی کتابین سو سے متجاوز ہین، جن مین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر حسب ذیل ہین؛

(۱) تاج العروس ۹ جلد (۵) الجواہر المنیفۃ فی تائید مذہب ابی حنیفۃ ۱ جلد
(۲) اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ۱۰ جلد (۶) امالی حنفیۃ ۱ جلد
(۳) حکمۃ الاشراق الی کتاب الآفاق ۱ جلد (۷) حکمۃ الاشراق الی کتاب الآفاق ۱ جلد
(۴) العقیدۃ السندسیہ شرحھا ۱ جلد (۸) ترویح القلوب بذکر ملوک بنی ایوب ۱ جلد

ان کے کتابون کے علاوہ سید علامہ کے چھوٹے بڑے رسالے حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت، علم الاسناد، تحقیق، فقہ، منطق، فلسفہ، ادب، الغرض ہر علم مین آتے ہین کہ ان کو کون شمار کر سکتا ہے، آپکی تالیفات مین سے تاج العروس، شرح احیاء العلوم، الجواہر المنیفۃ چھپ کر شائع ہو چکی ہے،

گلبرگہ شریف اور اس کا نواح

از

جناب تمکین کاظمی صاحب

دکن مین اورنگ آباد، گلبرگہ، بیدر وغیرہ ایسے مشہور مقامات ہین کہ ماہرین فن آثار قدیمہ اور سیاح دُور دُور سے دیکھنے کے لیے آتے ہین، مگر افسوس ہے کہ انھین تفصیلی معلومات بہم پہونچانے کے علاوہ صرف معائنہ مقامات ہی کے لیے اکثر دقتون کا سامنا ہوتا ہے، اگر وقت مساعدت کریگا تو انشاءاللہ ان مقامات کے گائڈ مرتب کر دیے جائینگے، تاکہ سیاحون کو معلومات بہم پہونچین اور دکن کے آثار قدیمہ اور تاریخی مقامات کا حال ایک جگہ جمع ہو جائے، ذیل کا مضمون ایک خاکہ ہے جو گائڈ کی ترتیب کے وقت پیش نظر رہے گا،
(تمکین)

گلبرگہ، بہت قدیم ہندو شہر ہے، راجہ گلی چند نے اسکندر رومی کے حملۂ ہند سے قبل اسے آباد کیا اور کلبرگی (زمین سنگلاخ) نام رکھا، جو کثرت استعمال سے گلبرگہ ہو گیا، راجہ گلی چند کے بعد مدت تک راجہ ورنگل کے قبضے مین رہا اور چودھوین صدی کی ابتدا مین ورنگل اور بیدر کے ساتھ محمد تغلق کے قبضہ مین آگیا، ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء مین دکن کے امرا نے محمد تغلق سے بغاوت کی، اور ظفر خان نے شاہی لقب اختیار کر کے صوبجات دکن (دولت آباد، گلبرگہ، بیدر) پر قبضہ کر لیا اور گلبرگہ کو پایۂ تخت بنایا، ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء سے ۸۳۳ھ ۱۴۳۰ء تک سلاطین بہمنیہ کا پایۂ تخت رہا، احمد شاہ ولی بہمنی نے بیدر کو پایۂ تخت مقرر کیا، مگر گلبرگہ سلاطین بہمنیہ ہی کے قبضہ مین رہا، ۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء مین شاہان عادل شاہیہ (بیجاپور) کے قبضہ مین آیا، ۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء مین امیر برید نے اسپر قبضہ کیا، مگر چند ہی روز کے بعد پھر عادل شاہیون کے قبضہ مین آگیا، اور ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷ء مین میر جملہ نے گلبرگہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ مین داخل کیا، اور سلطنت دہلی کے صوبجات دکن

مین اس کا شمار ہونے لگا، جب حیدرآباد پر نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر نے قبضہ کیا تو گلبرگہ بھی قبضہ مین آیا اور اب تک سلاطین آصفیہ خلد اللہ ملکہ کے زیر فرمان ہے، ۱۸۷۳ء مین صوبہ کا مستقر قرار دیا گیا اور اب بھی ہے،

ضلع گلبرگہ، اضلاع عثمان آباد و بیدر سے جانب شمال ملحق ہے، اور جانب شرق اضلاع اطراف بلدہ و محبوب نگر اور جنوب مین اضلاع محبوب نگر و رائچور و لنگسگور سے متصل ہے، جانب مغرب ضلع عثمان آباد اور علاقہ بمبئی کے ضلع بیجاپور و اکلکوٹ اسٹیٹ سے ملحق ہے، یہ ضلع درمیان خطوط عرض بلد شمالی ۱۶° ۱۲´ و ۱۷° ۴۴´ اور طول بلد شرقی ۷۶° ۴۲´ و ۷۸° ۰۰´ کے درمیان واقع ہے، ۱۹۰۱ء مین اس کا رقبہ بشمول پائگاہ و جاگیرات (۶۰۹۲) مربع میل تھا، مگر خالصہ و صرف خاص کا رقبہ (۴۲۲۸) مربع میل تھا، ایک سلسلہ پہاڑون کا شمال ضلع مین ضلع عثمان آباد سے داخل ہو کر تعلقات بہالگاؤن اور چنچولی (۶۰) میل تک جنوبی شرقی سمت مین چلا گیا ہے،

گلبرگہ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کا اسٹیشن ہے حیدرآباد سے (۱۳۳) میل اور رائچور سے (۹۰) میل کا فاصلہ ہے،

آثار قدیمہ

قلعہ گلبرگہ، اس قلعہ کی تعمیر سنہ ۳۰۰ قبل مسیح مین راجہ گلی چند نے کی اور رایان بیجانگر نے اسکی ترمیم وغیرہ کی، مگر موجودہ حالت عہد بہمنیہ (۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء - ۹۳۴ھ ۱۵۲۷ء) کی یادگار ہے، قلعہ کی شکل نہ مدور ہے اور نہ مربع نہ مستطیل بلکہ بیضوی ہے، شمالی دیوار شرقاً غرباً بالکل سیدھی اور جنوبی گولائی لیے ہوے ہے جو گھومتی چلی گئی ہے، مغربی دیوار بھی اُس کے مماثل ہے، البتہ شرقی فصیل سیدھی ہے جسکے گرداگرد پچاس گز عریض اور پچیس گز عمیق خندق ہے، فصیل کا دور قریب ایک میل کے ہے، شرق رویہ اور غرب رویہ دو دروازے ہین، شرقی دروازہ ایک ہی ہے اور شکستہ حال ہے، مغربی دروازہ کے اندر تین چکردار کمانین مع ایک پھاٹک کے موجود ہین، اور اسی کے دونون جانب چند مرتفع برج ہین جن پر توپین چڑھی ہین، قلعہ کے اندر چند فلک شکوہ

برج ہین جنپر چھبیس توپین چڑھی ہوئی ہین جن مین سے ایک توپ ۲۵ فٹ لمبی ہی،

دولت برج، شرقی دروازہ کے اندر یہ عظیم الشان مستطیل الوضع برج ہی جسکو رن منڈل، بالاحصار اور فتح برج بھی کہتے ہین، اس کا طول شرقاً (۲۴۰) فٹ اور شمالاً (۱۲۰) فٹ ہے اور بلندی بھی (۱۲۰) فٹ ہی ہے، چارون گوشون پر مدور حلقے بنا کر مضبوطی اور خوبصورتی مین بہت اضافہ کیا گیا ہے، یہ برج سب برجون سے بڑا ہے، اسکے اوپر تین توپین رکھی ہوئی ہین، دو توپین چودہ چودہ فٹ لمبی ہین جنپر کچھ لکھا ہوا نہین ہے، اس کا قطر سوا فٹ ہے، تیسری توپ پر (چہار منی عادل شاہی) کندہ ہے، بالائے حصار کی دیوار کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس برج کو سلطان ابراہیم عادل شاہ (۹۶۵ھ) کے ملازم محمد حیدر نے بنوایا تھا، کتبہ

اَلحمدُ للہِ ربِّ العالمینَ والصلوٰۃ علیٰ رسولہٖ وآلہٖ اجمعین در عہد سلطنت بادشاہ عالیجاہ

عالم پناہ مہر سپہر سرافرازی تاج الدنیا والدین ابوالمظفر ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ

وَاَفاضَ علی العالمین برّہٖ واحسانہٗ بندہ درگاہ محمد حیدر این برج دولت تمام نمود،،

ہنمنت برج، یہ برج دروازہ غربی کے شمال مین کالے پہاڑ پر واقع ہے، ایک سنگ سیاہ کا کتبہ بخط نسخ دیوار مین نصب ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۶۶ھ مین بعہد سلطان محمد عادل شاہ تیار ہوا۔ کتبہ

بامر محمد شہِ بحر و بر	کز و یافت ملک دکن زیب و فر
سخن سنج نور اللہ سرخیل ملک	کہ ہست از نژاد لادِ خیر البشر
دگر احسن آباد را داد زیب	بہ تعمیر ہر برج و دیوار و در
چون تعمیر شد گشت تاریخ و سال	شدہ حصن گلبرگہ محکم دگر

۱۰۶۶

حسن بہمنی نے گلبرگہ کو پایہ تخت بنانے کے بعد نام بدل کر احسن آباد رکھا مگر یہ نام مشہور نہ ہو سکا، کتبہ کے

تیسرے شعر مین اسی احسن آباد کا تذکرہ ہے،

اس برج پر ایک نہایت ہی خوش نما پیچ رسی توپ رکھی ہوئی ہے جو نواب علی خان بہادر کے زمانہ کی ہے جسے اُن کے دیوان رکن الدولہ میر موسی خان احتشام جنگ نے بنوایا تھا، ذیل کی عبارت اس پر کندہ ہے،

رفیق سادات برحق نواب رکن الدولہ بہادر ظفر الدولہ بہادر ۱۱۸۴ھ

اس برج کی ضروری تعمیر تھوڑا عرصہ ہوا کہ سررشتۂ آثار قدیمہ کی جانب سے ہو چکی ہے اور اب اچھی حالت مین ہے،

گھڑیالچی برج، یہ برج غربی دروازہ کے جانب شمال بلندی پر واقع ہے، چونکہ شاہان بہمنیہ کے زمانہ مین یہیر گھڑیال بجا کرتی تھی اس لیے گھڑیالچی برج نام مشہور ہوگیا، اوپر چڑھنے کے لیے ۲۵ سیڑھیان طے کرنی پڑتی ہین اوپر ایک کتبہ سنگ سیاہ پر بخط نسخ کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ برج اور ایک ملحقہ مکان ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء مین بعہد سلطان محمد عادل شاہ باہتمام علی رضا تعمیر ہوا ہے،

کشادہ باد بدولت ہمیشہ این درگاہ

بنا قصر نظر کردۂ پیر دستگیر اولاد حسین وحسن پشت و پناہ اہل دکن بندہ نواز مخدوم دنیا و دین سید محمد حسینی

گیسو دراز فی عہد السلطان ابو المظفر سلطان محمد عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابدا و بانیہ کمترین غلامان

درگاہ علی رضا بن محمد آقا سنہ ثمان وخمسین والف بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

اسی برج کے پہلو مین قدیم محبس شاہی کا خرابہ ہے، بہمنی و عادل شاہی قیدی یہین محبوس رہتے تھے، چنانچہ گلبرگہ سنٹرل جیل کی تعمیر سے قبل سرکار عالی کے بھی قیدی یہین رکھے جاتے تھے،

دالان، دولت برج کے قریب صدر دروازۂ قلعہ کے محاذی ایک مسقف دالان ہے جس کی دیوار پر باہر کی طرف دو کتبے نصب ہین، یہین پہلے پولس کا تھانہ تھا، کتبہ نمبر ا

بنا نمود این عمارت در عہد شاہ علی عادل شاہ سلطان بموجب امر خدمتگاری کرد،

العبد ضابط خان ۹۸۱ھ

کتبہ نمبر ۲

بنا نمود این عمارت در عہد شاہ علی عادل شاہ سلطان بموجب امر خدمتگاری کرد باباجی المخاطب ضابط خان نائب غیبت شہر احسن آباد،

ان کتبون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دالان اور ملحقہ عمارت ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء مین باباجی عرف ضابط خان نائب غیبت گلبرگہ نے علی عادل شاہ کے حکم سے بنوایا تھا،

پتلی برج، یہ برج غربی فصیل کی دیوار کے محاذی واقع ہے ایک کتبہ سنگ سیاہ پر بخط نسخ کندہ اور ایک دیوار پر نصب ہے جس کی پشت کی طرف خندق ہے، اس کتبہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء مین بعہد علی عادل شاہ عزت خان نے بنوایا تھا، کتبہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین بعہد سلطنت شہنشاہ جہان پناہ ظل اکرمہر سپہر سرافرازی ابو المظفر شاہ علی عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کمترین بندگان درگاہ عزت خان این برج دولت عمارت نمود ۹۶۵ھ،

نورس برج، قلعہ کے غربی دروازہ کے اندر جنوبی سمت پر واقع ہے اس پر ایک بارہ گزی توپ رکھی ہے، کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ برج ملک صندل کے اہتمام سے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد مین توپ دوازدہ گزی کے لیے بنوایا گیا، سنگ سرخ کے چار کتبے برابر برابر لگائے گئے ہین۔ کتبہ (۱)

این برج توپ دوازدہ گزی در عہد ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ملکہ ابداً عمارت کرد بندۂ ملک ملک صندل ۱۰۳۴ھ

(۲) یا سُبُّوحُ (۳) یا قُدُّوسُ (۴) ھُوَ الجلیل برج نورس

سکندر برج عظیم الشان برج قلعہ کے غربی دروازے کے جنوب مین واقع ہے اسے "فیل برج" بھی کہتے ہین اسکے نیچے دو حجرے ہین جنپر توپ چڑھی ہوئی ہے حجرے کی دیوار مین سنگ سیاہ پر بخط نستعلیق کتبہ نصب ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیجاپور کے آخری ایام مین بعہد سکندر عادل شاہ خواص خان صدر اعظم کے حکم سے سیدی سنبل بیگ عنبر نے ۱۰۸۳ھ مین غالباً عالمگیری حملہ کی مدافعت کی خاطر اس کو بنوایا تھا، کتبہ

یا حافظ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا حافظ

الملک اللہ

در اوائل جلوس سلطان سکندر عادل شاہ قادری الغازی بن علی عادل شاہ بحکم آصف زمان خواص خان وزیر حکومت در سنہ ثلاث سبعین الف بندہ کمترین درگاہ سیدی سنبل ملک عنبر صوبہ دار و حوالہ دار عمارات این برج فلک شکوہ کہ مسمی بسکندر بر جست نمود، ۱۰۸۶ھ

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا سنہ آغاز تعمیر کا اور دوسرا اختتام تعمیر کا ہے،

ان برجون کے علاوہ نو برج اور ہین جن پر توپین چڑھی ہوئی ہین مگر کتبے نہین ہین،

زنجیری دروازہ قلعہ کے مغربی دروازہ پر جسکو زنجیری دروازہ کہتے ہین ایک کتبہ نصب ہے جو استداد زمانہ کے باعث بہت خراب ہوگیا ہے غالباً یہ کتبہ عہد بہمنیہ کا ہے، کتبہ

عجب قلعہ دیدم کہ مثلش نبود چنین کہ در اقلاع عالم بہ بست

تحصنت بنی الملک والملکوت واعتصمت بذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت دخلۃ فی حرز اللہ فی حفظ اللہ وفی امان اللہ من شرور الفتن اجمعین کہیعص بحق حمعسق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہڑباؤلی، فصیل قلعہ کے اندر صلاح دروازہ کے پاس ایک برج مین جو قلعہ کے مشرق مین واقع ہے ایک بڑی باؤلی خراب وخستہ حالت مین ہے جس کی کمان کے بائین جانب ایک کتبہ نصب ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ کے زمانہ مین اس چاہ و برج کو باجی ضابط خان اور خان اعظم حمید خان نے ۹۸۶ھ مین بنوایا تھا، کتبہ،

بعہد سلطنت عالم پناہ مہر سپہر سرافرازی ابو المظفر علی عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ بنا کردہ چاہ،

داخل . . . . و قلعہ برج و یک نشستگاہ بدین خندق نزدیک دبوجب امر خدمت گارے کرد باجی ضابط خان نائب غیبت شمر احسنا باد خان اعظم حمید خان بہمنی سنہ ست وثمانین وتسعمایہ جمادی الاول سنہ ۹۸۶ھ

ہڑباؤلی کے قریب ایک افتادہ مکان کی دیوار پر باؤلی کے کتبہ کے محاذی ذیل کا کتبہ نصب ہے جسکا سنہ صاف پڑھا نہین جاتا، کتبہ

بعہد سلطنت عالیجاہ عالم پناہ مہر سپہر سرافرازی ابو المظفر علی عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ بندہ درگاہ حاجی عماد خان این عمارت نمود سنہ . . . . . . "

مسجد کلان، قلعہ کی اس عالیشان مسجد کی نسبت لوگون کو بہت اختلاف ہے مگر اسکی نسبت ہمارا اپنا یہ خیال ہے کہ اسی جگہ جینیون کا دیول تھا، جسے توڑ کر علاء الدین نے مسجد بنوائی، اس کا ثبوت ان پتھرون سے مل سکتا ہے جو مسجد کی تعمیر مین استعمال کیے گئے ہین ۱۳۱۴ھ مین جبکہ اس مسجد کا پلاستر جھڑ گیا تو از سر نو تعمیر و ترمیم کرائی گئی جسکی وجہ سے یہ معلوم ہوا کہ اندر جسقدر پتھر لگائے گئے ہین سب پر تصاویر ہین جو جینی ہین، اسکے پلاستر کے لیے صرف چونتیس ہزار روپیہ صرف ہوا، یقین ہے کہ اس مسجد کو علاء الدین بہمنی نے دمشق کی جامع اموی کے نمونے پر اس غرض سے بنوایا ہے کہ جنوبی حصہ بطور دار الامارہ (دربار ہال) کے استعمال ہو سکے اور بقیہ حصہ مین نماز ہوا کرے،

اس مسجد کا چبوترہ ۳۸ ہزار مربع فٹ ہے گویا یہ کہ سجدے سے صرف دو ہزار مربع فٹ چھوٹی ہے

اس مین تقریباً چھ ہزار آدمی بوقت واحد نماز پڑھ سکتے ہین، اس کا بڑا برج جسکے نیچے محراب و منبر ہین (۵۷) فٹ
بلند ہے، اس برج کے محاذی اور دونون جانب داہنے اور بائین مسجد کا اندرونی حصہ ہے جسپر ایک سو گیارہ
چھوٹے چھوٹے گنبد اور نہایت ہی حسین محرابین ہین، ساری مسجد لداؤ ہے لکڑی کا نام تک نہین تمام عمارت
تعلیدی اصول پر بنائی گئی ہے، مسقف حصہ کا طول شرقاً غرباً (۲۲۵) فٹ اور عرض شمالاً جنوباً (۱۶۸) فٹ ہے
اس مسجد مین شمال اور جنوب رُخ دو دروازے ہین، شرق کی طرف کوئی دروازہ نہین بلکہ صحن کے بائین مین
ایک چھوٹی سی خوشنما کمان کے اندر نہایت ہی خوش وضع قبور ہین جن مین سے ایک مزار پر ایک خوشنما
سی چودری بنی ہوئی ہے، اس مسجد کی وسعت نہایت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے، مسجد کے اوپر چڑھنے کے
لیے یہی پختہ زینہ ہے، اوپر سے گلبرگہ کا پورا منظر دور دور تک نظر آتا ہے، مسجد کی مشرقی دیوار کے باہر
ایک وسیع اور قدیم حوض تھا جسکے شکستہ چبوترے اور کمانون کے علامات ابتک موجود ہین،

قلعہ کی تمام عمارات مین صرف یہی ایک مسجد سررشتہ آثار قدیمہ کی نگرانی مین ہے، اس مسجد مین عیدین
اور جمعہ کی نماز ہوا کرتی ہے اور بس،

دروازہ قلعہ مشرقی سمت سے قلعہ مین داخل ہونے پر یکے بعد دیگرے تین کماندار دروازے ملتے ہین،
ہر ایک کمان دوسری کمان سے وسیع ہے آخری کمان بہت پست ہے غالباً یہ اس لیے کہ ہاتھی اس کمان
کے آگے نہ بڑھنے پائین

مسجد عزت خان، یہ ایک مختصر سی سادہ سی مسجد ہے جو اب تک آباد ہے، اندرونی دروازہ پر ذیل کا کتبہ
نصب ہے،

بنا ہذا المسجد فی عہد السلطان علی عادل شاہ خلد اللہ ملکہ و بانیہ عزت خان تقبل اللہ عنہ
(ناد علی صغیر)

وسط صحن مین ایک حوض ہے، مسجد کی جنوبی دیوار کے نیچے ایک بڑی باؤلی نہایت ہی پختہ بنی

ہوئی ہے، اس باؤلی کے مشرق مین کسی بزرگ (للہ صاحب) کا مزار ہے، مشرق مین ایک عاشور خانہ
عادل شاہیون کے زمانہ کا بنا ہوا ہے، صحن مسجد مین ایک چھوٹا سا گورستان ہے جسکی اکثر قبرین سنگین ہین،
دراصل یہ بہمنیون کی بنائی ہوئی مسجد ہے جس کا اصلی کتبہ نکال کر مسجد کلان کے قریب پھینک دیا گیا ہے اور
اس مسجد پر مندرجۂ بالا کتبہ لگا دیا گیا ہے، اصلی کتبہ پر سنہ تسع وستین وسبعمائۃ (۷۶۹ھ ۱۳۶۷ء) اور رفیع بن شہر بن منصور
القزوینی و سلطان محمد شاہ بہمنی کا نام کندہ ہے،

زنانی مسجد قلعہ ہی مین ایک چھوٹی سی تین برجیون کی مسجد ہے جو یا تو کسی بیگم کی بنوائی ہوئی
ہے یا بیگمات کی نماز کیلیے بنی ہو، اس مین بعض جگہ رنگ ہے،

مسجد ملک سیف الدین غوری، سلطان حسن کی گنبد کے متصل فرمان تالاب کے مشرقی بند پر ملک
سیف الدین کی بنائی ہوئی مسجد خستہ حالت مین موجود ہے، جسمین پندرہ کمانین سنگین ستونون پر قائم ہین، یہ
مسجد تمام و کمال سنگ سیاہ کی بنی ہوئی ہے، طول و عرض ۳۶ × ۲۴ فیٹ اور چھت کی بلندی (۹) فٹ ہے
چونکہ چھت پر سنگ سیلو کی سلین دی گئی ہین، اسی لیے اسکو مسجد سنگ سیلو، بھی کہتے ہین، اس مسجد پر ایک کتبہ
سنگ سیاہ کا (۱½ × ۴½ فٹ) نصب تھا، وہ یہان سے دو سو قدم کے فاصلہ پر منڈھان شاہ کے
تکیہ مین چار ٹکڑے ہو کر پڑا ہوا ہے، اس کتبہ مین مسجد کا سنہ تعمیر ۷۵۴ھ ۱۳۵۳ء کندہ ہے اور عبارت ذیل ہے

این مسجد مبارک اللہ تعالیٰ و تبارک معہد بانی مبانی خیرات و قبلۂ اقبال سعادت خدایگان سلاطین
علاؤ الدنیا والدین ابو المظفر بہمن شاہ عمر اللہ دولتہ بناہ امید وار حضرت کبریا سیف الدولہ ذکریا
در شہور سنہ اربع و خمسین و سبعمائۃ عمارت کرد ابد الآباد آباد بحق عامر بیت معمور کعبہ شہور،،

یہ کتبہ سنگ سیاہ پر جلی قلم سے لکھی ہوئی ہے واضح ہوتا ہے کہ سلطان علاء الدین حسن بقول فرشتہ
گنگوئی بہمنی ہونے کے بجائے بہمن شاہ سے ملقب تھا اسکے عہد سلطنت مین سیف الدولہ (ملک سیف الدین) نے یہ مسجد بنوائی تھی،
یہ مسجد عہد بہمنیہ کی سب سے پہلی مسجد ہے جو کتبہ کی سند کے ساتھ محفوظ ہے اس لیے کہ اس سے قدیم ترکوئی

سجد بنانا معلوم ہوگی اگرچہ مسجد بہت خراب حالت مین ہے مگر حفاظتی تدابیر اختیار کی جائین تو کچھ روز اور باقی رہ سکتی ہے،

جامع مسجد شاہ بازار، یہ مسجد محلہ شاہ بازار مین واقع ہے صحن مسجد کا طول شمالاً جنوباً (۱۵۰) فٹ اور عرض شرقاً غرباً (۰۰) فٹ ہے، پندرہ محرابین نہایت ہی خوبصورت اور مضبوط ہین جنکے پیچھے بھی کمانون کا ویسا ہی سلسلہ ہے جو منبر تک پہونچ گیا ہے اسطرح چھ درجے اور نو کمانین ہین ہر کمان پر گچ سے لفظ اللہ لکھا ہوا ہے محراب مین اللہ اکبر کندہ ہے، احاطہ کی دیوار بہت بلند سنگین ہے صحن دور تک پھیلا ہوا ہے، جانب شرق ایک دروازہ ہے جس کا پھاٹک بہت بڑا ہے اوپر ایک برج بھی بنا ہوا ہے جنوبی دروازہ بھی اسی قسم کا ہے مگر ٹوٹ پھوٹ گیا ہے، اسی کے قریب ایک باؤلی بھی ہے، مسجد کے سامنے ہی چبوترے پر کھلے ہوئے دونون اور بیش امامون کی قبرین ہین، اسکو سلطان حسن بہمنی گنگو ہی نے بنوایا تھا جسے اب پانچسو چوراسی برس کا زمانہ ہوتا ہے، اسی مسجد مین سلطان داؤد بہمنی کو روح پرور آغا (ہمشیرہ مجاہد شاہ) نے بحالت سجدہ غرہ محرم ۷۸۰ھ کو شہید کر دیا،

مسجد بیجاپوری روضہ منورہ بزرگ اور مومن پورہ کے وسط مین لب سڑک یہ مسجد واقع ہے احاطہ مسجد مین ایک مقبرہ ہے جسمین بہت سی پختہ قبرین بنی ہوئی ہین، درمیانی محراب کے دونون طرف دو کتبے بخط ثلث نصب ہین کتبہ (۱)

بنائے مسجد و مقبرہ براہ عند اللہ محمد صاحب ولد فضیلت مآب عالم صاحب مرحوم متوطن دار الظفر بیجاپور در شہر ذی حجہ ۱۲۰۰ھ مقدس حسن انصرام یافت عاقبت بخیر باد،

دوسرا کتبہ پورا عربی ہے جسمین درود شریف اور رائمہ مطہرین کے اسماء گرامی ہین مگر اس پر ۹۸۰ھ کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیر مسجد سے (۲۲۲) سال قبل کا ہے غالباً یہ کسی اور جگہ کا کتبہ ہے جو کہین پڑا ہوا مل گیا اور تعمیر کنندہ نے تبرکاً نصب کر دیا،

چشمۂ ہاشم باؤلی زفضل رحمان | بنا کرد محمد امان اللہ خان

سنینش تا مل چون کردم بدل | بگفتا بلفظ خدیر ہست عیان

اسی محلہ مین ہاشم باؤلی سے کسی قدر فاصلہ پر خواجہ باؤلی ہے جسکی سیڑھیون پر ذیل کا کتبہ ہے اس کی تعمیر ۱۲۱۳ھ مین ہوئی ہے،

بنائے چاہ مسمی خواجہ باولی از محمد صاحب ولد فضیلت مآب عالم صاحب مرحوم متوطن محروسہ دار الظفر بیجاپور در شہر ذیحجہ ۱۲۰۳ھ مقدس انصرام یافت، عاقبت بخیر باد،

میر محمد شفیع کی باؤلی، یہ باؤلی فرمان تالاب کے پیٹھے مین بنوائی گئی تھی مگر اب بہت خستہ حالت مین ہے گل براری کے وقت اندر سے ذیل کا کتبہ برآمد ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۹۴ھ مین میر محمد شفیع نے بنوایا تھا کتبہ،

در عصر بادشاہ عالمگیر غازی بندہ میر محمد شفیع ولد خواجہ میر بتاریخ بست و ہفتم شہر شعبان سنہ سی و ہشت مطابق سنہ ایک ہزار یکصد و پنج فی سبیل اللہ تیار شود،

قبرون کے چبوترے پر ایک پُرانی قبر کے سرہانے ذیل کا کتبہ رکھا ہوا ہے، کتبہ،

مولوی محمد عبد اللہ صدارت خان ابن قاضی الملک مدراسی اذ کہ معظمہ درین جا رسیدہ

بتاریخ ۲۴۔ ربیع الاول [illegible]ھ برحمت حق پیوستند،

اسی مسجد مین منجملہ اور قبرون کے ایک قبر حضرت قابل شاہ صاحب مجذوب کی بھی ہے جو چند سال قبل موجود تھے،

مسجد مومن پورہ، یہ بھی قدیم مسجد ہے، اسکے دروازے پر بخط ثلث ایک کتبہ نصب ہے، مگر اتنا خراب ہو گیا ہے کہ پڑھا نہین جاتا، یہ مسجد بھی عہد بہمنیہ کی ہے اور بہت ہی خوش وضع اور وسیع ہے، نیچے تکسیات بھی ہین،

گلبرگہ اور اُس کے نواح مین سینکڑون قدیم مساجد ویران پڑی ہوئی ہین جن مین سے بعض تو بالکل خراب ہو گئی ہین اور بعض اب بھی کار آمد ہین، ان کی تفصیل ایک مستقل تصنیف چاہتی ہے،

عیدگاہ حسن آباد، کی ویران بستی مین جانب شمال یہ عیدگاہ ہے، جو بالکل خراب وخستہ حالت مین ہے، طرز عمارت سے پایا جاتا ہے کہ عمدہ عمارت ہوگی، اُسکے اطراف مین حسن آباد کے مکانات وغیرہ کے کھنڈر ہین،

لشکری عیدگاہ، کنٹونمنٹ کے عقب مین ایک پختہ اور وسیع عیدگاہ آبادی سے ۴ میل کے فاصلہ پر ویران پڑی ہے، یہ بھی قدیم ہے اور یقین کیا جا سکتا ہے کہ عہد بہمنیہ کی ہوگی جس زمانہ مین گلبرگہ مین کنٹنجنٹ فوج تھی تو نماز عید یہین پڑھی جاتی تھی، اسی لیے لوگون نے عیدگاہ لشکر مشہور کر دیا،

ہاشم باؤلی، یہ باؤلی مجگوری محلہ مین ہے، اسے "خواجہ باؤلی" بھی کہتے ہین مگر دراصل خواجہ باؤلی یہ نہین ہے، اسکی سیڑھیون پر ایک کتبہ نصب ہے، اسکی تعمیر ۱۲۱۴ھ مین ہوئی ہے، سیّد ہاشم بیجاپوری نے بنوائی، کتبہ،

کیسۃ الحیات

از جناب سیّد شبیر الحسن صاحب سہسوانی بی، ایس، سی متعلم یونیورسٹی علی گڈھ،

سائنس جدیدہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہر جاندار شے بہت سی جاندار چیزون سے مرکب ہے اور زمین جو زندہ جسم کا سب سے چھوٹا حصہ ہے اور بجائے خود جاندار ہے، اسکو انگریزی مین سیل اور عربی مین کیسہ (؟) یا خلیہ کہتے ہین، یہ چھوٹے چھوٹے خانے ہوتے ہین اور یہی اُن کی وجہ تسمیہ ہے، انگریزی مین سیل کے معنی ایک کوٹھری کے ہین اور چونکہ یہ خانے اس سے مشابہ ہوتے ہین، لہذا اُن کے لیے یہ اصطلاح وضع کی گئی،

یہ خانے اس قدر چھوٹے ہین کہ آنکھ سے بلا کسی آلہ کے نظر نہین آسکتے، اور اُن کے دیکھنے کے واسطے اچھی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہوتی ہے، ان کی بہت سی قسمین ہوتی ہین، جن کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، اُن کی اقسام کا تذکرہ یہان بیکار ہوگا، قدرت نے ہر جاندار کے جسم مین تقسیم کار کر دیے ہین، اور ہر عضو کا کام جدا جدا ہے، اور اسی ضرورت سے ضروریات کے مطابق ہر عضو مختلف کیسون سے بنا ہے اور ہر عضو مین وہی کیسے وجود مین آئے ہین جو اس کام مین سب سے زیادہ قدر کرنے کے قابل ہین، ہر کیسہ بجائے خود ایک جاندار شے ہوتا ہے، اور بلا امداد غیرے اپنا کام کرتا ہے، ہر خانہ ایک خاص مادہ کا بنا ہوتا ہے اور ایک تھیلی کی طرح ہوتا ہے، جسکی دیوارین سوراخ دار ہوتی ہین اور جنمین سے پانی اور اس مین محلول اشیاء ہو کر گذر سکتی ہین، اس تھیلی کے اندر ایک مادہ ہوتا ہے جسکو "مادۃ الحیات" کہتے ہین، اور یہی جاندار مادہ ہے، ابھی تک صحیح طور پر معلوم نہین کہ یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے مگر یہ بات تحقیق ہے کہ اس مین جان ہوتی ہے اور غذا کی چھانٹی اور بُرائی کی تمیز اسی مین ہوتی ہے، اس مین ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ پانی کے اندر کی محلول اشیاء جو اُس کی زندگی کے لیے مضر ہوتی ہین اندر نہین آنے پاتین اور اس مین زبان کی طرح حس ہوتا ہے گویا

جس طرح زبان بد ذایقہ اور خراب اشیا کو محسوس کر کے انسان کو اُن کے کھانے سے باز رکھتی ہے' اسی صورت سے یہ مادہ بھی تمام ان محلول اشیا کو کیسہ کے اندر آنے سے روک دیتا ہے جو اُس کی زندگی کے لیے مضر رسان ہوتی ہین' اس صورت سے جاندار جسم کو وہی غذا ملتی ہے جو اُس کے لیے مفید ہو' یہ مادہ ٹھوس نہین ہوتا بلکہ اس مین خلا ہوتا ہے تاکہ غذا کے لیے جگہ باقی رہے' اور چونکہ کیسے کی دیوار ون مین سوراخ ہوتے ہین' لہذا غذا ایک کیسے سے دوسرے کیسے تک بخوبی جا سکتی ہے اور اس صورت سے جسم کے ہر حصہ مین غذا بآسانی پہنچ جاتی ہے' اس مین ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ گھٹتا بڑھتا ہے کبھی حجم زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کم' اس صورت سے یہ ایک پمپ کا کام کرتا ہے، بڑھنے سے غذا جو عرق کی صورت مین ہوتی ہے کیسے کے اندر آ جاتی ہے اور گھٹنے سے دوسری طرف ہو کر نکل جاتی ہے' اس صورت سے ایک مسلسل لہر قائم رہتی ہے اور جسم کو غذا برابر پہنچتی رہتی ہے، کیسے کی حرکت کی وجہ ابھی تک سائنس کا ایک معما ہے جو پورے طور پر حل نہین ہوا،

تمام نباتات اور حیوانات انھین کیسون کا مجموعہ ہین جو مختلف صورتون مین انسان کے پیش نظر ہوتے ہین اور بعض حیوان ایسے بھی ہین جنکا تمام جسم صرف ایک ہی کیسہ سے بنا ہے اور جو تنہا کل کام کرتا ہے گویا ایک کیسہ مین تمام وہ باتین موجود ہین جو بلا شمول زندگی کے لیے منحصر ہین اور چنانچہ یہ جانور جسکو امیبا (Amaba) کہتے ہین' ایک ہی کیسے سے دنیا مین زندگی کی جد و جہد کرتا ہے'

حال مین ایک ڈاکٹر نے جس کا نام میک ڈوگل ہے اور جو واشنگٹن کی نباتاتی تحقیقات کے انسٹیٹیوشن کا ڈائرکٹر ہے جان کے مسئلہ کو ایک کیسہ بنا کر حل کرنے کی کوشش کی ہے' اسکو کیمیاوی طریقہ پر ایک کیسہ بنانے مین کامیابی ہو گئی ہے جو قریب قریب اسی مادہ کا ہے جس کا قدرتی کیسہ ہوتا ہے' اُس نے اس کی بنیاد انڈے کی بناوٹ قرار دی ہے' اور اسی صورت سے جس مادہ کی تھیلی مین اصلی کیسہ ہوتا ہے' اسی مادہ کی ایک تھیلی اُس نے بنائی ہے' اس مین یہ بات پیدا ہو گئی کہ وہ شکر کے شربت مین سے جسمین

اور کیمیاوی اشیا بھی ملی ہون' سوڈیم (Sodium) اور پوٹاشیم (Potassium) (دو دھاتین) کو نکال لیتی ہے اور یہ دھاتین اس کی بڑھوار کے لیے کافی ہوتی ہین' مگر قدرت نے چونکہ انسان کی عقل کو محدود کر دیا ہے' لہذا وہ اُس کو مکمل نہ کر سکا اور اسمین یہ کمی ہے کہ وہ صرف پانچ حصہ سوڈیم اور پوٹاشیم لیتی ہے اور اصلی کیسہ مین سات حصہ دھاتین آ جاتی ہین'

اس سے بھی زیادہ کمی یہ ہے کہ جس وقت دونون طرف کی (یعنی اندر اور باہر) دھات کی مقدار برابر پہنچ جاتی ہے' تب اُس کا بڑھنا بند ہو جاتا ہے' اور اس وقت اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے' کہ انسان مداخلت کر کے ایک طرف کمی یا زیادتی کر دے اور اُس عرق کو تبدیل کر کے نیا بھر دے' اس کے برخلاف قدرتی کیسہ اس کام کو خود بخود کرتا ہے اور کسی کے ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش نہین آتی' اس صورت سے قدرت کی کاریگری اور انسان کی کاریگری مین فرق محسوس ہوتا ہے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے' کہ قدرت نے انسان کو محدود علم عطا کیا ہے' جسکے ذریعہ سے وہ تھوڑی بہت قدرت کی صناعیون کی کبھی کبھی نقل کر بھاگتا ہے' مگر اصلی راز سے واقف نہین ہو پاتا اور اس صورت سے اسکی ایجاد اکثر نامکمل رہجاتی ہین، قدرت نے زندگی و موت کے راز کو اپنی ہی حد تک محدود رکھا ہے جہان پہنچکر سائنس دان بھی قائل ہو جاتے ہین اور اپنی کوششون مین کامیابی کو قدرت کی امداد پر منحصر سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہین،

ایک تحفہ اور اُس کی قابل دید چیزین

از "گ"

اس سال حیدرآباد کی ایک علمی انجمن نے اپنی سرپرستی مین ایک خانگی نمائش کا افتتاح کیا تھا جسمین شرکائے انجمن اور اُن کے متوسلین کے مقبوضات اور مصنوعات اکھٹے کئے گئے تھے، اس مضمون مین صرف کتب، سکہ جات، قلمی تصاویر اور قلمی نوشتون کا تذکرہ کیا جائیگا، اور یہی چیزین نمائش کی جان بھی تھین،

کتب قلمی کتابون کا ایسا بیش بہا ذخیرہ تھا کہ دیکھنے والے ہر ہر کتاب کو بیش از بیش حیرت اور تعجب سے دیکھتے تھے، خود مین بھی اس سے مستثنیٰ نہین ہون؛

۱۔سب سے نادر کتاب گلستان بخط سعدی علیہ الرحمہ ہے، یہ کتاب ربع فلسکیپ سائز سے کچھ ہی چھوٹے کاغذ پر ہے، حاشیہ کیڑون کے حملون سے چھلنی ہوگیا ہے، تاہم عبارت اب تک محفوظ ہے، کتاب کے شروع اور آخر مین شکستہ اور پیچیدہ خط کے بہت سے صفحے ہین اور متنِ کتاب کے اختتام پر سُرخی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے؛

کتاب گلستان تمام شد　　　　شتاب نوشتہ از دستِ خود

اس سے ذرا اوپر ۶۶۳ سُرخی ہی سے لکھا ہوا ہے اور "وقتِ عصر" کا لفظ بھی پڑھا جاتا ہے، رہنمائی کے پرچے پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کتاب حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نوشتہ ہے اور بزرگون سے وراثۃً ہم تک پہنچی ہے؛ اس سے زیادہ تفصیل ذہن مین نہین رہی، البتہ یہ عرض کرسکتا ہون کہ کتاب کچھ زیادہ خوشخط نہین ہے، جسکی وجہ "شتاب نوشتہ از دست خود" سے معلوم ہوسکتی ہے، نیز ان الفاظ سے اصل مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے،

۲۔ایک دوسری نایاب کتاب لغتِ قاموس کا قلمی نسخہ ہے، پرچے پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کتاب مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، نواب صاحب ارکاٹ نے جدامجد حضرت شرف الملک مرحوم کو ایک لاکھ روپیہ انعام دینا چاہا تھا مگر اُنھون نے اس کی بجائے یہ کتاب لینی پسند کی" کتاب پر غالبًا اکبرِ اعظم کی مہر تھی؛

۳۔تیسری نایاب کتاب گلستان مصور ہے، یہ ایک خوش ترین خط مین لکھی ہوئی گلستانِ سعدی ہے جس کا ہر صفحہ نقش و نگار سے آراستہ ہے تین چار متعلقہ تصاویر [illegible] بھی ہین جنمین گھوڑون وغیرہ کا منظر ہے، ڈرائنگ ایسی بے نظیر، رنگ آرائی ایسی پاکیزہ اور قدامت کے باوجود ایسی صاف و لاجواب، کہ ابھی کل کی معلوم ہو، یہ کتاب بھی کئی سو برس پہلی کی ہے اور حسب عادتِ قدیم کاتب کا نام مٹا ہوا ہے،

۴۔کتاب الانساب للسمعانی نصف ثانی، اس کے شروع مین ایک صفحے پر لکھا ہوا ہے" من خزانۃ المولا امیرالمومنین المتوکل علی اللہ رب العالمین"......"

۵۔تاریخ الاسلام للذہبی (تین جلدین) ان جلدون مین غیر مکمل کتابین ہین، یعنی ہر کتاب کے ابتدائی اور میانی اور آخری کئی کئی صفحات غائب ہین تاہم اچھی حالت مین محفوظ رہی ہین؛ اس کی تصحیح یوسف سبط بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی ہے؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی عہد عباسیہ کی یادگار ہے،

۶۔ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاتھ کی پوری لکھی ہوئی شمائلِ ترمذی، علامہ ابن حجر کے ہاتھ کی تسدید القوس کتابین قابل تذکرہ ہین، باقی اتنی اہمیت نہین رکھتین، یہ سب قلمی ہین؛

سکے کئی سو سکے مختلف مجموعون مین تھے، ان مین سے بعض بہت نایاب اور دلچسپ ہین ان کا چربہ شاملِ ہذا ہے جس کے لیے منتظمینِ نمائش کا ممنون ہون:-

(۱) یہ سکہ ہشام بن عبدالملک خلیفہ بنی اُمیہ کا ہے، خط کوفی کا ٹھپہ ہے، اور طلائی ہے،

(دور مین) محمد رسول ارسلہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

(درمیان میں) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ

دوسری جانب

(دور میں) بسم اللہ ضرب ھذا الدینار سنۃ ستۃ وستین مائۃ

(درمیان میں) اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد

(۲) دوسرا چاندی کا ہے عبارت

(دور میں) بسم اللہ ضرب ھذا الدرھم بکوفۃ سنۃ ستین ومائتہ

(درمیان میں) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ

دوسری جانب

(دور میں) محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون،

(درمیان میں) محمد رسول اللہ

(۳) ایک سکہ اردشیر بابکان شہنشاہِ فارس کا ہے یہ سنہ ۲۲۶ء یعنی ۱۷ سو سال پہلے کا ہے،

(نوٹ) یہ سب حالات اور عبارات رہنمائی کے پرچے کی نقل ہیں،

(۴) ایک اور تانبے کا سکہ تھا جس پر سلطان محمود غزنوی کا نام پڑھا جاتا ہے، دوسری طرف "غزنی ۴۰۰" لکھا ہوا ہے،

(۵) ایک تانبے کا سکہ ہے جو سفرِ حجاز کے دوران میں ایک کھنڈر میں دستیاب ہوا جیسا کہ رہنمائی کے پرچے پر لکھا ہوا تھا، اس کے ایک جانب کلمہ طیبہ لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، دوسری جانب کی تحریر ممکن ہے "القائم بامر اللہ" ہو، بہرحال یہ سکہ صاف نہیں پڑھا جاتا،

سلاطینِ بہمنیہ دکن، سلاطینِ میسور ارکاٹ، آصف جاہانِ دکن عالمگیر ثانی وغیرہ کے علاوہ

عہدِ ہنود کے بھی بہت سے سکے تھے جنکی تفصیل مشکل ہے،

قلمی تصاویر قلمی تصویروں کے بہت منتظر مجموعے تھے بحیثیت مجموعی سب رنگ و روغن اچھی حالت میں ہیں تاہم آثارِ کہنگی ہر سمت ہویدا تھے،

ایک مخملی مطلا جلد میں جو بے حد بے نظیر مجموعہ ہے اور اس پر نمائش کی جانب سے انعام بھی ملا ہے،

حسب ذیل تصاویر میں جو بہت اچھی حالت میں ہیں:-

تیمور، اکبر مع ملکہ، ہمایون مع شیخ سلیم چشتی، شاہ عباس جنگل میں شکار کے بعد آرام کر رہا ہے، شاہ جہان بحالتِ سواری، شیخ بہلول و دارا شکوہ، محمد شاہ تخت شاہی پر، نادر شاہ مع زنانہ محافظ، اعظم شاہ غازی، عالمگیر اعظم مع ایک مصاحب، بہادر شاہ، مرزا کاظم بخش مع ملکہ، شرف الدین خان کوکہ، جہانگیر مع ایک ہمراہی، آصف خان زن و مرد، (اتیھی من تفصیلہ) نوبات خان کلاونت حبشی اماں سین گویا، زنانہ پھکڑی ڈوانس (ابراہیم ادھم)

ان کے علاوہ ایک لیلیٰ مجنون کی خیالی تصویر، عالمگیر، نور النساء بیگم، زیب النساء بیگم، زن و مرد از قوم راجپوت، حضرت علیؓ اور امام حسن و امام حسین اور فرشتوں کی خیالی تصویر وغیرہ غرض کوئی ایسی منتظر تصویریں تھیں جن کے سنوارنے سے قلم عاجز ہے،

ان کے علاوہ کوئی دس پندرہ نہایت قدیم قلمی قطعے اور کئی سو نہیں بلکہ دو ہزار کے قریب کم اہم قلمی قطعے موجود تھے جنکی تفصیل غیر ضروری ہے،

قلمی نوشتے بہت بڑی تعداد ایسے قلمی نوشتوں یا اُن کی صحیح نقول کی آئی تھی جن سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے جنوبی ہند میں تسلط کی نسبت بہترین تاریخی مواد مل سکتا ہے اور جن سے واضح ہوتا ہے کہ گورنر جنرل گورنران مدراس اور انوار الدین خان اور نواب محمد علی خان والاجاہ اور مابعد کے رؤسا کرناٹک کے باہمی تعلقات اور باہمی مراسلت کا کیا طریقہ تھا اور کس طرح بتدریج تعلقاتِ محکومیت حکومت میں اور حکومت محکومیت میں متبدل و متغیر ہوگئے، فیہا عبرۃ لمن اعتبر،

ان چیزوں کے علاوہ نباتات، جمادیات وغیرہ کے بھی بہترین نمونے موجود تھے، جنکی تفصیل بے محل ہے،

تلخیص و تبصرہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے مقبرہ کا انکشاف

مصر کے ایک رسالہ مین ایک عیسائی اہل قلم نے ایک کتبہ کا مضمون شایع کیا ہے جو اُسکو غور مین ایک مقبرہ پر منقوش ملا تھا، اس کتبہ کے مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ:-

"یہ قبہ حضرت ابو عبیدۃ الجراحؓ کی قبر پر بیبرس شاہ مصر کے حکم سے تعمیر کیا گیا، اور اس پر حمص کے حصص مین سے کچھ حصہ وقف کیا گیا، اور اسکی تعمیر ذی الحجہ سنہ [illegible]ھ مین ناصر الدین محمد بکلی ظاہری سعدی نائب مملکۃ محروسۃ عجلون کی نگرانی مین تمام کو پہنچی"؛

اس کتبہ سے حضرت ابو عبیدہؓ کی قبر غور مین ثابت ہوتی ہے، حالانکہ مورخین کا عام بیان ہے کہ ان کی وفات عمواس کے طاعون مین ہوئی تھی، علاوہ ازین اس کتبہ مین تاریخی نقطۂ نظر سے بعض خامیان ہین اسلیے حیفا کے ایک اہل قلم عبد اللہ مخلص نے رسالہ الزہراء مصر مین پہلے اس کتبہ کی تاریخی کمزوریون کو سنبھالنے کی کوشش کی ہے، پھر مقبرہ کو مستند ظاہر کرنے کی سعی کی ہے،

کتبہ مین تاریخی اعتبار سے جو سقم ہے، وہ یہ کہ اسکی تعمیر سنہ [illegible]ھ مین بیبرس شاہ مصر کے حکم سے اتمام کو پہنچی ہے، حالانکہ بیبرس کا سنہ جلوس سنہ [illegible]ھ ہے، مقالہ نگار کا خیال ہے کہ کتبہ مین کتابت کی غلطی ہوئی ہے، اور بجائے [illegible] کے [illegible] کندہ ہوگیا، کیونکہ اعداد مین ایسی غلطی اکثر ہوجایا کرتی ہے،

اور کتبہ کا دوسرا نقص یہ ہے کہ اس مین "عجلون" کو ایک صوبہ ظاہر کیا گیا ہے، حالانکہ بیبرس کے

زمانہ مین اسکو صوبہ کی حیثیت حاصل نہین تھی، کیونکہ آٹھوین صدی مین شام کے کل چھ صوبے یعنی صوبۂ شامیہ، کرکیہ، حلبیہ، طرابلسیہ، حمویہ، اور صفدیہ تھے، پھر نوین صدی مین ایک اور صوبہ کا اضافہ ہوا، جسکو غزاویہ سے نامزد کیا گیا، اس لیے بجائے ایک مستقل صوبہ کے انھین صوبون مین سے کسی ایک کے ماتحت تھا،

پھر خود محمد بکلی کا وجود معرض بحث مین ہے کہ بیبرس کے زمانہ کے جسقدر مشہور امرا و حکام گذرے ہین، اُن کے تفصیلی سوانح حیات طبقات کی کتابون مین موجود ہین، لیکن محمد بکلی کا تذکرہ ان مین سے کسی کتاب مین موجود نہین، اس لیے یہ قیاس غالباً زیادہ صحیح ہے کہ "عجلون" کسی صوبہ کا کوئی ماتحت ضلع ہوگا اور وہ [illegible] مین محمد بکلی کے زیر انتظام تھا،

پھر مقالہ نگار نے کتبہ کے بعض الفاظ پر اس قسم کے دو اور اعتراض کیے ہین اور پھر اپنے قیاس کے مطابق اُن کی تصحیح کی ہے،

بعد ازین حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات اور اُن کے مدفن پر تاریخی حیثیت سے بحث کی ہے، ان کی وفات کے متعلق تو عام طریقہ سے معلوم ہے کہ سنہ ۱۸ھ مین جب عمواس مین طاعون کی وبا پھیلی تھی تو اُنھون نے اسی طاعون مین وفات پائی تھی، اور جہان وفات پائی وہین اُن کی وصیت کے مطابق اُن کی تجہیز و تکفین ہوئی تھی، البتہ جائے وفات یا ان کے مدفن کے متعلق مختلف روایتین ہین جنمین سے مشہور تر روایت یہ ہے کہ اردن کی سرزمین مین مقام فحل مین اُنھون نے وفات پائی، اور وہین مدفون ہوئے، پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر مقام بیسان مین بنی تھی، اس کے علاوہ ایک یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ کوہ عجلون کے دامن مین قریۂ عمتا مین مدفون ہوئے جو فارس اور عادلیہ کے درمیان واقع تھا؛

اس کے بعد مقالہ نگار لکھتا ہے کہ مدفن کے متعلق مورخین کے اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اس دریافت شدہ کتبہ کو مستند سمجھنے مین تامل کرنے کی کوئی گنجایش نہین ہے، کیونکہ اگرچہ طاعون قریۂ عمواس کی طرف منسوب ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہین ہین کہ یہ وبا صرف اسی گاؤن تک محدود رہی، بلکہ جیسا کہ

وہان کا طریقہ ہے، وہ آہستہ آہستہ دوسری آبادیون مین بھی پھیلتی جاتی ہے اور اس کا سلسلہ مدتون جاری رہتا ہے، اس لیے حضرت ابو عبیدہؓ کا اس زمانہ مین فلسطین کے جنوب سے شمال مین آجانا یا کسی دوسری طرف نقل وحرکت کرنا مستبعد نہین اس لیے یہ بخوبی ممکن ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار اسلام نقل وحرکت فرماتے ہوئے نہر اردن کے اس شرقی جانب شہر بیسان کے نواح مین تشریف لائے ہون اور یہین علیل ہوئے ہون اور پھر وفات پاکر یہین مدفون ہوے ہون کیونکہ حضرت ابو عبیدہؓ کی یہ ضریح جو زیر بحث ہے، بیسان سے ۳۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور بیسان کے مدفن ہونے کے متعلق ہمارے سامنے ایک تاریخی روایت بھی موجود ہے، اس لیے ہمین یقین کرنا چاہیے کہ یہ ضریح واقعاً حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سپہ سالار اسلام ہی کی ہے،

اس مقبرہ کی تصویر بھی شایع ہوئی ہے، قبر پر ایک خوبصورت قبہ بنا ہوا ہے، اور اسکے ایک جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے، پھر اسی کے متصل ایک دوسری عمارت ہے جو غالباً مسافرخانہ ہوگی، اب اسوقت یہ تمام عمارتین نہایت خراب وخستہ اور بوسیدہ حالت مین پڑی ہوئی ہین،

"ر"

ٹیگور مصر مین

ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر رابندر ناتھ ٹیگور یورپ کی سیاحت سے واپس ہوتے ہوے مصر گئے تھے، چونکہ ٹیگور سب سے پہلے مشرقی ہین جنکو نوبل کا سب سے پہلا انعام عطا ہوا، اس لیے وہ مشرقی ممالک اور خصوصاً مصر مین نہایت قدر ومنزلت کی نگاہون سے دیکھے جاتے ہین، اور اسلیے ٹیگور کی جو پذیرائی مصر مین ہوئی شاید اسکی مثال کوئی دوسرا مشرقی ملک پیش نہین کرسکتا ہے،

وہ اواخر نومبر [illegible] مین وہان پہنچے تھے، اور اس وقت سے آج تک وہان کے تمام ممتاز اخبار ورسائل مین ان کی تصویر کے ساتھ، اُن کے سوانح حیات، علمی وادبی خدمات اور اُن کے معتقدات وغیرہ کے متعلق مبسوط مضامین شایع ہورہے ہین،

ابھی وہ بندر سعید پر تھے کہ مصر کے ممتاز اہل علم کی ایک جماعت اُن کے استقبال کے لیے جہاز پر پہنچی، اور ایک چاے کی دعوت مین اُن سے مختلف علمی مباحث خصوصاً شعر وشاعری پر تفصیلی گفتگو کی اسی سلسلہ مین اُن سے عربی زبان اور عربی علم ادب کی تاریخ پر بھی تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال چاہا، لیکن چونکہ ٹیگور کو اب تک صرف مغربی زبانون اور یا پھر ہندوستان کی مختلف زبانون سے واسطہ رہا، اس لیے اُن کی دلچسپی بھی انھین زبانون تک محدود رہی، جسکی وجہ سے وہ عربی علم ادب کی طرف کوئی اعتنا نہ کرسکے، مگر اس موضوع کو چھیڑنے کا معتدبہ اثر یہ نمایان ہوا کہ مشرق کا یہ بلند پایہ شاعر، مشرق کی سب سے بلند پایہ اور وسیع ترین زبان کی طرف متوجہ ہوگیا، اور اُس نے نوجوانانِ مصر سے عربی کی تحصیل کا وعدہ کیا،

وہ ۲۷ نومبر کو اسکندریہ پہنچے اور اہل علم کے ایک ممتاز مجمع مین "روح امن" پر ایک نہایت بلیغ خطبہ دیا، ۲۹ کو اسکندریہ سے قاہرہ آئے، قاہرہ مین مصر کے سب سے بڑے شاعر ملک الشعراء احمد شوقی بک نے اُن کو چاے پر مدعو کیا، جسمین ممتاز اہل قلم کے علاوہ اعیانِ حکومت اور ارکانِ دولت بھی شریک تھے، جسمین سعد زغلول پاشا صدر پارلیمنٹ اور عدلی پاشا وزیر اعظم خاص طور پر قابل ذکر ہین،

پھر اسی دن شام کے وقت حدیقۂ ازبکیہ (باغ) مین ایک عام مجمع کو خطاب کیا، جسمین ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے،

اس کے بعد مصر کے وزیر تعلیمات کی سرکردگی مین ٹیگور کی پذیرائی کے لیے ایک خاص مجلس منعقد ہوئی جس نے اُن کو شپرڈ ہوٹل مین مدعو کیا، اور چاے کی دعوت کے بعد صدر مجلس وزیر تعلیمات نے اپنی ایک مبسوط تقریر مین ٹیگور کی مدح سرائی کرتے ہوے مصر مین اُن کے ورود کا خیر مقدم کیا، ٹیگور نے اُس کے جواب مین ایک نہایت بلیغ اور مبسوط تقریر کی،

اس تمام اعزاز واکرام کے علاوہ وہان کے مشہور شعراء نے جن مین ابو شادی خاص طور پر قابل ذکر ہین اُن کی شان مین قصائد لکھکر پیش کیے، جسمین اُن کے علمی، ادبی، تعلیمی اور انسانی فلاح وبہبود کے

متعلق ان کے جملہ خدمات کا تذکرہ کیا گیا، اسی کے ساتھ اُن کے مخصوص فلسفہ اور عام تصانیف پر بھی تبصرہ کیا گیا نیز ان کے احباب و رفقا، اور اعزہ کے متعلق بھی جنمین نندلال بوس Nandalal Bose خاص طور پر قابل ذکر ہین نہایت مدحیہ کلمات استعمال کئے گئے،

ٹیگور اب مصر سے گو واپس چلے آئے ہین لیکن وہان کے اہل علم کے قلوب بھی اپنے ساتھ لیتے آئے ہین چنانچہ وہان ایک ایسی جماعت تیار ہے جو ہندوستان آکر ٹیگور کے فلسفی و اخلاقی کالج شانتی نکیتان مین داخل ہوکر استفادہ کرنا چاہتی ہے، ان کی واپسی کے باوجود مصر مین ابتک ان کا غلغلہ بلند ہے اور اُن کے سوانح، ان کی کتابون پر تبصرے، اور شانتی نکیتان وغیرہ کے تفصیلی حالات اب تک شایع ہورہے ہین،

"ر"

تاریخ اسلام

ایک اٹالین مستشرق کانٹ کاٹیانی نے ۳۰ سال تک اسلامی تاریخ کا مواد جمع کرنے کے بعد ۲۰ ضخیم جلدون مین اسلام کی ایک تاریخ مرتب کی ہے جسکا سبب تالیف انھین کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

عیسائیت کے بعد دنیا مین اسلام کا سب سے زیادہ طاقتور مذہب ہے اور مسلمان اپنی قوت ایمانی سے عیسائیت کے سیلاب کو روک رہے ہین جسکی وجہ سے ان دونون مذاہب مین ایک غیر منقطع جنگ جاری ہے، اور اس جنگ نے ایک مورخ کے سامنے بحث و تنقید کا کافی مواد جمع کردیا ہے، لیکن کلیسا کا یہ افسوسناک خیال ہے کہ چونکہ بہت سے عیسائیون نے اسلام قبول کرلیا، اسلیے اسلام کا ظہور عیسائیت کے زوال کا سبب بنگیا، کیونکہ اس کے بجائے اسلام نے بلاقصد عیسائیت کو بہت سے فوائد پہنچائے ہین، اگر اسلام کا ظہور نہ ہوا ہوتا اور ارتھوڈکس عیسائیت آجتک قائم رہ کر عربی و عجمی تمدن کی ترقی مین رکاوٹ پیدا کرتی رہتی تو قرون وسطی مین مغربی ایشیا اور یورپ کا کیا حال ہوتا؟ کیا پروٹسٹنٹ مذہب جس نے اس کے بعد ترقی کی، دفعۃً

مستی مین نگر پڑتا؟ لیکن بااینہمہ اس دائمی جنگ نے اسلام کے اُن احسانات کو نمایان ہونے نہین دیا، اس لیے انیسوین صدی کے وسط تک عیسائی اور مسلمان دونون سخت تعصب مین مبتلا رہے، لیکن اس کے بعد آزادانہ علمی تحریک نے دونون سے تعصب کے اس زنگ کو دور کردیا اور خالص علمی طور پر دونون مذاہب کے مطالعہ کا سامان مہیا ہوگیا،

اسکے علاوہ اسلامی تاریخ کی ایک اور خصوصیت بھی ہے جو اس کے سوا اور کسی مذہب مین نہین پائی جاتی، کیونکہ اس مذہب کے بانی کے متعلق جو مستند ذخیرہ ہمارے سامنے ہے، وہ دوسرے مذاہب مین مفقود ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخ اور اُن کے حالات جو انجیل مین مذکور ہین، غیر تشفی بخش ہین، لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم اور حقیقی حصہ ہمارے سامنے ہے، جس سے مورخین کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسانیت کی تاریخ مین محمدؐ کی شخصیت نہایت نمایان ہے، اور عیسائیت کے بعد اُنھون نے اخلاق و سیاست مین عظیم الشان انقلاب پیدا کیا ہے"

کانٹ موصوف نے مورخین عرب کے طریقہ پر اس کتاب کو سن وار مرتب کیا ہے لیکن اُنھون نے خود بہت کم لکھا ہے، بلکہ اسلامی تاریخ کے جو مواد عربی، فارسی اور ترکی کتابون مین متفرق طور پر موجود تھے اور مستشرقین نے اسلامی تاریخ کے متعلق جو بحثین کی تھین، اُن سب کو نہایت دیانت کے ساتھ تاریخی ترتیب کے ساتھ بلفظہا نقل کردیا ہے، البتہ اسلامی تاریخ کے قدیم مواد پر جابجا حواشی لکھ دیے ہین، اور غیر ضروری انشاپردازانہ الفاظ کو حذف کردیا ہے اور جن واقعات سے تمدنی، سیاسی اور مذہبی مباحث پیدا ہوتے تھے، اُن پر ایک تمہید لکھدی ہے، اور ہر سال کے خاتمہ پر اُن فقہا، علما، اور ادبا کی ایک فہرست دی ہے، جنھون نے اس سال وفات پائی ہے، اُن کے نمایان کارنامون کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ان کے حالات کے ماخذ بتادیے ہین، اور جابجا ضروری نقشے اور فہرستین بھی یورپ کے عام مستشرقین کے طرز پر شامل کی ہین، اور متعدد مین وعدہ کیا ہے کہ کتاب کے آخر مین عام معلومات کے لیے ایک عام فہرست

بھی ہوگی، جسمین تراجم، جغرافیہ، تاریخ اور زبان وغیرہ کے متعلق مفید معلومات ہونگے،

مؤلف نے اصل کتاب کے معدودے چند نسخے شایع کیے تھے جنکو اُس نے اپنے احباب اور یورپ کے ممتاز مستشرقون کی خدمت مین ہدیۃً ارسال کیا، اس لیے اس کتاب سے عام لوگون کا استفادہ کرنا غیر ممکن تھا، لیکن خوش قسمتی سے ترکون کے مایۂ ناز ادیب حسین جاہد بک اڈیٹر اخبار طنین نے ترکی زبان مین اس کے ترجمہ کا بیڑا اُٹھایا، اور اس وقت تک اسکی آٹھ جلدین باریک حروف کے ۳۲۰۰ صفحون پر شایع کر چکے ہین، اور خیال کیا جاتا ہے کہ مکمل کتاب دس پندرہ ہزار صفحون تک پہنچے گی، اور ہمارے لیے اس سے زیادہ باعثِ مسرت یہ امر ہے کہ مصر کے مشہور ادیب سید محب الدین الخطیب مدیر رسالہ الزہرا نے اس کو اس ترکی ترجمہ سے عربی مین منتقل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور دعا ہے اس کام مین مصر کے ممتاز اہل علم کو بھی شریک کرینگے،

(المقتطف)

"ر"

نفسیاتِ ترغیب

مُصنّفہ

پروفیسر وہاج الدین صاحب اورنگ آباد کالج

کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کے لیے ہم کیونکر آمادہ کرسکتے ہین اور اسکو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہین اس کے نفسیاتی اصول کیا ہین اس کتاب مین انھین اصول کی تشریح ہے، تجارت، اشتہارات اور تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہے اس لیے تجارت کے مشتہرین، واعظین، مدرسین اور وکلا سب کو اس کتاب کی ضرورت ہے قیمت ۶/

اخبارِ علمیّہ

سمندر کی حرارت سے جہاز رانی، موسیو جارج کلائیڈ نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جو سمندر کے پانی کی حرارت کو اس حد تک جذب کرسکے کہ اسکے ذریعہ سے جہاز وغیرہ چلائے جا سکین، کہا جاتا ہے کہ یہ مشین پتھر کے کوئلہ اور پٹرول وغیرہ سے بے پروا کر دیگی،

مصر کی عربی حکومت کا جغرافیہ، امیر عمر طوسون نے مصر کا ایک جغرافیہ فرانسیسی زبان مین مرتب کیا ہے، جسمین مصر مین عربی عہدِ حکومت کو واضح کیا گیا ہے، مؤلف نے اپنی کتاب موتمر جغرافی مین پیش کی ہے، اور مؤتمر نے اسکو عربی زبان مین منتقل کرنے کا وعدہ کیا ہے،

ٹیلیفون پر بات کرنے والے کی تصویر، ناروے کے میکانکی مہندس مسٹر برٹسن ایک ایسے آلہ کے اختراع مین کامیاب ہوگئے ہین، جسکے ذریعہ سے ٹیلیفون پر بولنے والے کی تصویر بھی سننے والے تک آجاتی ہے، ناروے مین اس آلہ کی آزمائش کیگئی، چنانچہ اس کے ذریعہ سے سب سے پہلی تصویر شاہ ناروے کی لیگئی،

ایک عربی مغنیہ کا مجسمہ، مصر کے محکمۂ آثار قدیمہ نے ایک مغنیہ کا مجسمہ دریافت کیا ہے، جو اپنے ہاتھ مین ایک دف لیے ہوئے چار زانو بیٹھی ہوئی بجا رہی ہے، سر پر ایک مرصع تاج رکھا ہوا ہے، اور تاج کے نیچے سے گیسو کی تین لٹین نکلی ہین، جنمین سے ایک پشت پر پڑی ہوئی ہے جو اس کے نصف قامت تک دراز ہے، اور دو لٹین سامنے کی طرف آتی ہین، گلے مین ایک مالا ہے، اور کلائیون مین کنگن

پہنے ہوئے ہے، یہ مجسمہ ۵۲ ملیمیٹر بلند اور ۳۰ ملیمیٹر عریض ہے،

اس مجسمہ کے متعلق مختلف خیال آرائیان ہو رہی ہین، بعضون کا خیال ہے کہ یہ عہد فاطمی کی یادگار ہے، اور بعض لوگ اس مغنیہ کی آنکھون سے قیاس کرتے ہین کہ تاتاریون کے حملہ کے بعد کا یہ مجسمہ ہے، کیونکہ اسکی آنکھین مغلون کی آنکھون سے بہت مشابہ ہین،

نپولین کے سر کے چند بال، ۱۹ فروری ۱۹۲۶ء کو لندن کے بازار مین ایک ڈبیہ فروخت کے لیے آئی جسمین نپولین اعظم کے سر کے چند بال بحفاظت رکھے ہوئے تھے، ان بالون کی اصلیت پر مسٹر جان ولس (۱۷۸۱ء - ۱۸۵۵ء) کی شہادت ثبت تھی، جو انگلستان کا ایک مشہور سیاسی آدمی گذرا ہے، جان ولس نے ان بالون کو لارڈ لنڈنڈری سے حاصل کیا تھا، اور انھون نے مسٹر ٹالارین سے پایا تھا، اب یہ فروخت ہو کر کسی دوسرے کے پاس چلے گئے ہین،

دولت کی فراوانی کا ایک عجیب منظر، ایک دولتمند امریکن نے انگلستان مین بود و باش اختیار کر لی تھی، اس کی وفات کے بعد جب اس کا وصیت نامہ کھولا گیا، تو اس مین اس نے منجملہ دوسری رقمون کے ۵۰ ہزار ڈالر اپنے کتے کے حق مین بھی دیئے تھے، اور وصیت کے مطابق اس کتے کے مرنے کے بعد اس رقم کا ترکہ اسکے "اعزہ" مین تقسیم ہوگا،

افریقہ کا ایک قدیم جغرافیہ، ہیروڈٹس کی تاریخ مین ایک جگہ تذکرہ ہے کہ نخو ثانی، شاہ مصر نے اپنے عہد حکومت مین ایک فنیقی شخص حنو نامی کو افریقہ کے ہر چہار طرف جہاز کے ذریعہ طواف کرنے کے لیے روانہ کیا تھا، اس شخص نے واپسی کے بعد اپنا سفرنامہ بھی تیار کیا تھا، اب بعض لوگون نے افریقہ کے ان مقامات

کا واضح طور پر پتہ چلایا ہے جنکا تذکرہ اس سیاح نے اپنے سفرنامہ مین کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس جدید تحقیق سے افریقہ کے قدیم جغرافیہ پر ایک خاص اثر پڑے گا،

جاپان مین ایک موتمر علمی، ٹوکیو مین ۳۰ اکتوبر سے ۱۱ نومبر تک ایک موتمر علمی ولیعہد جاپان کی سرپرستی اور وزیر اعظم جاپان کی صدارت مین منعقد ہوئی، اس بزم علمی مین جو علوم و فنون زیر بحث آئے انکو نوعی طور پر دو بڑی قسمون مین منقسم کیا گیا، ایک علوم طبیعیہ اور دوسری علوم حیویہ (بیالوجی) ان دونون قسمون کے تحت مین بہت سے مختلف علوم و فنون آئے، جنپر بحث و تمحیص ہوتی رہی، اس کے اجلاس مین جاپان کے اکثر قابل ذکر اہل علم نے شرکت کی تھی،

اٹلی مین خون کی بارش، ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو اٹلی مین ظہر کے وقت خون کے مانند سرخی مائل بارش ہوئی، جس سے شہر کے تمام راستے اور درخت کے پتے لالہ زار بنگئے، اور جس وقت بارش ہو رہی تھی مشرق کی طرف سے نہایت خنک ہوا بھی چل رہی تھی، پھر شام کو جب بارش موقوف ہوگئی تو سطح زمین سے تقریباً ۲۵۰۰ فٹ بلندی پر نہایت زور و شور سے برق و رعد کا حملہ ہوا جس سے شہر کے در و دیوار کانپ اٹھے، اور اس کا سلسلہ بھی دیر تک جاری رہا، اگر کسی مشرقی ملک مین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوتا تو اس کو عذاب خداوندی سے تعبیر کیا جاتا، لیکن مادہ پرست یورپ اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ ہوا نے صحرائے افریقہ کی سرخ ریت کو مانسون مین ملا دیا، اسلیے پانی کے قطرے سرخی مائل ہوگئے،

خطبات علمیہ، یورپ اور خصوصاً انگلستان مین خطبات علمیہ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، جو لوگون کی ذہنی اور علمی زندگی مین سودمند ہوتے ہین، چنانچہ انگلستان کے ایک علمی انسٹیٹیوشن کی نگرانی مین نومبر

دسمبر ۱۹۲۶ء مین مختلف موضوع پر خطبے دیئے گئے، جنکی فہرست درج ذیل ہے، اکتشافات قطب جنوبی، زمانۂ قدیم مین علم طب، ہوا کی کہربائیت، اعصاب و عضلات، ہماری حرکت اور ہمارا احساس، قلب اور دیگر عضلات، پھیپھڑے اور خون، سرعت اور قوت ،

رکفلر کا ایک اور گرانقدر عطیہ، کیمبرج یونیورسٹی کو ایسی عمارت کی ضرورت تھی، جسمین حیوانات کی نسل کی پرورش و پرداخت کیجائے، اس عمارت کے مصارف کا تخمینہ ۷۰ ہزار پونڈ لگایا گیا تھا، امریکہ کے مشہور فیاض دولتمند رکفلر نے اس مقصد کے لیے ۳۰ ہزار پونڈ اس شرط پر دینا منظور کیا کہ بقیہ مطلوبہ رقم خود انگلستان ادا کرے، یونیورسٹی نے بعد شکریہ رقم قبول کی، اور اس کے ساتھ انگلستان کے دولتمند طبقہ نے بقیہ رقم پوری کرنے کا وعدہ کیا، چنانچہ اس سلسلہ مین پہلا چندہ ایک فیاض کی طرف سے ۱۰ ہزار پونڈ ادا ہوچکا ہے، اور امید ہے کہ بہت جلد ۲۰ ہزار پونڈ کی بقیہ رقم پوری ہوجائے گی،

ایک مربع میل کے تناسب سے بعض ملکون کی آبادی، امریکہ کے ایک جغرافی رسالہ مین بعض وسیع ملکون کی آبادی کا تناسب ایک مربع میل کے لحاظ سے نکال کر شائع کیا گیا ہے، ذیل مین اسکا نقشہ دیا جاتا ہے،

سوڈان	۱۱-آدمی	ولایات متحدہ امریکہ	۳۵-آدمی
ہندوستان	۱۷۷ ،،	چین	۲۴۶ ،،

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ان ممالک مین سے پہاڑون کے تمام سلسلے اور دیگر ناقابل بود و ماند مقامات علحدہ کر لیے گئے مین، اسلیے سوڈان کی آبادی کا تناسب تمہین سب سے کم نظر آتا ہے، کیونکہ اس کا لق و دق صحرا اس سے علحدہ ہے

ادبیات

جامِ صہبائی

از

جناب اثر صہبائی صاحب بی، اے

(۱)

گو ہستیِ آتشین ہے فانی میری
ہے بزمِ جہان مین ضو فشانی میری
جل جانا مگر جہان کو روشن کرنا
مانندِ شرر ہے زندگانی میری

(۲)

ہر لطف کے پردے مین ستم پایا ہے
ہر سازِ طرب مین سوزِ غم پایا ہے
میخانۂ دہر مین مئے ناب کہان؟
ہر جام کو آلودہٗ سم پایا ہے

(۳)

شیرازۂ ہستی کو بکھرنا ہوگا
ظاہر ہے کہ ایک روز مرنا ہوگا
لیکن یہ سوال ہے ابھی لاینحل
کیا ڈوب کے پھر مجھکو ابھرنا ہوگا

(۴)

گو سلسلۂ دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کو، برہمن کو صنم کو چھوڑا
افکار کی قید سے نہ آزاد ہوئے
زنجیرِ خیال نے نہ ہم کو چھوڑا

(۵)

کہتے ہیں کہ ہے دامنِ گلشن ہستی | گلہائے بہار کا ہے خرمن ہستی
آتش کو سمجھ رہے ہیں ہم رنگِ بہار | یعنی ہے خسِ شعلہ بدامن ہستی

(۶)

آزاد ہوں، زردار نہیں ہوں نہ سہی | سرشار ہوں، ہشیار نہیں ہوں نہ سہی
میخانۂ عشق کا ہوں اک رندِ خراب | دانندۂ اسرار نہیں ہوں، نہ سہی

(۷)

اک نقطۂ موہوم ہے ہستی میری | لیکن ہے عجیب چیز مستی میری
چھوڑا جو خدا، تو خود پرستی ہے اثر | جاتی ہے کہیں یہ بُت پرستی میری

تجلیات

مولوی سید ابو محمد ثاقب کانپوری

اب آشنائے عرضِ تمنا زبان نہیں | کیا لطف ہے کہ حرفِ ہوس درمیاں نہیں
جو کچھ ہوا وہ دل کا غلط اضطراب تھا | حاشا نگاہِ ناز سے میں بدگمان نہیں
جب عشق خام تھا مجھے احساسِ درد تھا | اب کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہوں کہاں نہیں
تم کیا گئے کہ رنگِ زمانہ بدل گیا | گویا وہ اب زمیں نہیں وہ آسماں نہیں
لیتا ہے دل ہی کچھ مزۂ کاہشِ فراق | لذت شناسِ دردِ محبت زبان نہیں
وہ آہِ شعلہ بار ہو یا داغِ سوزِ غم | خوش ہوں کہ بے چراغ مرا آشیاں نہیں
ممنون ہوں میں دل سے تری وحشتِ خیال! | آزاد ہوں کہ فکرِ جہاں ہم عناں نہیں
اک دل پہ منحصر ہے وجودِ نشاطِ دہر | یہ شادماں نہیں تو کوئی شادماں نہیں
کیوں ایک ہی نگاہ میں ثاقب یہ ترکِ ہوش | یہ التفاتِ دوست ہے کچھ امتحاں نہیں

بالتقریظ والانتقاد

میخانۂ عبد النبی

مرتبہ

مولوی محمد شفیع صاحب ایم اے

آج سے تقریباً چھ سال پہلے جب پروفیسر براؤن انجہانی کی تاریخ ادبیات ایران کی تیسری جلد ہم تک پہنچی تو ہمنے نہایت خوشی سے دیکھا کہ انھوں نے جہاں ہندوستان کے مورخ و ادیب علامہ شبلی مرحوم کی شعر العجم سے استفادہ کرکے انکی محنت و ذخائر مطالعہ کی حقیقی داد دی ہے، وہیں دو ہندوستانی نوجوان علمی مجاہدین کا امید افزا تذکرہ بھی کیا ہے، چنانچہ اپنی تمہید میں انھوں نے لکھا تھا:-

"تقریباً تمام پروفوں کو حکومتِ ہند کے دو محقق طالب علموں محمد شفیع جو خود میرے کالج کے رکن تھے، اور اب جامعۂ پنجاب کے استاذِ عربی ہیں، اور ان کے چلے جانے کے بعد ایک نوجوان صاحب علم محمد اقبال نے جنسے بہت کچھ توقعات ہیں، اور جو دونوں غیر معمولی علمیت، قابلیت اور محنت کے مالک ہیں پڑھا تھا"[1]

ان مسرت بخش الفاظ ہی کو پڑھکر یہ قوی امید ہوگئی تھی کہ انشاء اللہ پروفیسر براؤن جیسے تجربہ کار استاذ کی یہ پیشنگوئی صحیح ثابت ہوگی اور ہندوستان کی اسلامی علمی دنیا کے یہ دو نئے رئیس گذشتہ وراثت علمی کو قائم رکھتے ہوئے جدید دولت کیساتھ ہمارے خزینۂ علم میں معتدبہ اضافہ کرینگے،

پروفیسر شفیع تقریباً چھ برسوں سے خاموشی سے کام کر رہے ہیں، اور صرف گذشتہ سال کے

[1] براؤن: ادبیات ایران جلد سوم صفحہ ط دی،

فروری سے اورینٹل کالج میگزین کی ادارت قبول کرکے علانیہ علمی کام شروع کیا ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ایک اور عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح ڈاکٹر براؤن اگرچہ استاذ عربی تھے لیکن جو کچھ لکھا وہ بیشتر فارسی اور ایران کے متعلق تھا، اسی طرح ہمارے استاذ عربی بھی ایرانی ساقیون کے جھرمٹ مین میخانہ بدوش ہی مجلس تصنیف و تالیف مین داخل ہوئے ہین،

شعر و شاعری کے وجود کیساتھ ہی تذکرون اور انتخابون نے بھی جنم لیا، اور اشعار دوست اصحاب نے مختلف طریقون مین ان دو چیزون کی ترتیب و تدوین شروع کی، بعض نے ہر شاعر کے حالات جمع کرکے اپنے ذوق کے مطابق اوسکے اشعار جمع کر دیئے، بعض نے خاص عہد کے شعرار کو لے لیا، اور بعض نے خاص صنفِ شاعری کو، مغلون کے زمانہ مین ہندوستان مین بھی اسی اصول پر کام ہوتا رہا، چنانچہ صائب کا انتخاب بیاض شعرائے اساتذہ جسے مولانا شبلی مرحوم نے ایران کا حماسہ بتایا ہے (شعر العجم حصہ دوم صفحہ ۲۰۶) منتخبات نظم موجودہ کتب خانۂ علی حسین صاحب حیدرآباد، انتخاب دواوین، موجودہ کتب خانۂ محبوب یار جنگ حیدرآباد، جسمین حافظ، کامل خجندی، حسن دہلوی، ناصر بخاری، کاتبی نیشاپوری، اور ابن یمین کا انتخاب ہے، منتخب الاشعار مرتبۂ مبتلا وغیرہ ایسے مجموعے ہین جنمین صرف شعراء کے کلام کا انتخاب ہے، اور تقریباً اسی عہد کے لکھے ہوئے ہین[1]،

عام تذکرون مین تقی اوحدی کی عرفات العاشقین، تذکرۂ طاہر نصیرآبادی (جو صرف گیارھوین صدی کے شعراء کے حالات پر مشتمل ہے) سرخوش کی کلمات الشعرا، جسمین جہانگیر سے اورنگ زیب تک کے شعراء کے حالات ہین، ہمیشہ بہار مرتبۂ کشن چند اخلاص جسمین جہانگیر سے لیکر محمد شاہ تک کے شعرار کا حال ہے، سفینۂ خوشگو مرتبہ بندرابن داس خوشگو، غلام علی آزاد کی ید بیضا و خزانہ عامرہ، والہ داغستانی کی ریاض الشعراء، سراج الدین آرزو کی مجمع النفائس، لچھمی نرائن کی گل رعنا، لطف علی کی آتشکدہ، احمد علی کی مخزن الغرائب وغیرہ قابل ذکر ہین[2]،

[1] ہندوستان کے مشہور کتب خانے رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۴-۲۷۲ سنہ ۱۹۱۹ء،

[2] فہرست کتب خانۂ پٹنہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰-۷۵،

لیکن میخانہ جس خاص طرز پر لکھی گئی اور جس اصول کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی اسکی مثالین بہت کم ملتی ہین، البتہ فہرست کتب خانۂ پٹنہ مین خلاصۃ الکلام نام ایک ایسا انتخاب ہے جسمین صرف ان شعرار کے حالات ہین جنھون نے مثنویان لکھی ہین، ہر ترجمہ کے بعد صاحب ترجمہ کی مثنوی کا انتخاب ہوتا ہے، اس کے مرتب نواب امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خان بہادر نصیر جنگ المتخلص بہ خلیل ہین[1]، اسی طرح ریاست رامپور کے سرکاری کتب خانہ مین ایک نامعلوم مصنف کی بیاضِ اشعار ہے، جسمین صرف سلاطین، ان کے رشتہ دار، صدور، وزرار و امرار، و اطبائے مقرب سلاطین و بعضے احبائے معاصرین کے کلام کا انتخاب سات فرقون مین دیا گیا ہے[2]، میخانہ بھی اسی قسم کا ایک تذکرہ ہے، جسمین صرف ان شعرار کے تراجم ہین جنھون نے یا تو مستقل ساقی نامے لکھے ہین یا جنکے کلام مین مرتب کو ایسے اشعار ملگئے ہین جو اس عام سرخی کے ذیل مین آسکتے ہین،

اس امتیازی خصوصیت کے علاوہ جو چیز اس کو زیادہ وقیع بناتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مین جن حضرات کے تراجم ہین ان مین سے اکثر و بیشتر کے حالات مؤلف نے خود ذاتی واقفیت کی بنا پر لکھے ہین اور جو خود نہ مل سکے ان کے اعزہ و احباب اور قدردار کے لیے اس نے مستند تذکرون کی ورق گردانی کی ہے، چنانچہ وہ خود لکھتا ہے،

"بر رائے انور ہنرمندان و ضمیر ضیا گستر خردمندان پوشیدہ نماند کہ مؤلفِ این اوراق پریشان عبد النبی فخر الزمانی بجہت تحقیق احوال شیخ ابراہیم اکثر کتب معتبر ارباب خبر را بنظر درآورد"

لیکن جب ان کے بیانات کو بھی متضاد پاتا ہے تو صرف اس کتاب کو لے لیتا ہے جس پر اصح ہونے کا خیال ہوتا ہے،

"اقوال ہمہ خلاف یکدگر برآمد خاطر بر ہیچ قولے از اقوال آنہا قرار نگرفت مگر بر قول مولوی نامی عبد الرحمان جامی در گفتار عزیزی کہ در دیباچہ بر دیوان آن کاشف اسرار ربانی نوشتہ و این ہر دو قول مطابق یکدگر است،

[1] فہرست کتب خانۂ پٹنہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۸، ۱۲۷، نشان نمبر ۷۰۴،

[2] ہندوستان کے مشہور کتب خانے، رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۳-۲۷۲،

بنابرآن بربیاض برد[1]"

اب ذرا تفصیل کیساتھ اس اصول کو خود مصنف کی زبان سے سنیئے:-

"وبقدر وسع خود القدر کہ مقدور بود احوال خداوندان این مبیت ددد (؟) ساقی نامہ از متقدمین و متاخرین از روئے اسناد ارباب خبرو از قول مردم معتبر بترتیب بربیاض برد، امید کہ سہو واقعہ نشدہ باشد، اکنون ذکر ہنرمندان کہ صحیفۂ ایام خجستہ فرجام از سر آبدار ایشان رنگین میشود و احوال خردمندان کہ درین جزو زمان درحیات اند و اشتہار سرشاری یافتہ ساقی نامہ گفتہ اند، باابیات ساقی نامۂ آنہا بربیاض می برد و سعادت ملازمت ہریک ارباب معانی کہ این سرگشتۂ وادی تالیف رامیسر گردید، احوال آن نکتہ سنجان از روئے اقوال ایشان در این تالیف ثبت نمود، چنانچہ جابجا بمقتضی وقت مرقوم قلم شکستہ رقم خواہد گردانید، و جمعے راکہ از شرف صحبت کثیر البہجت ایشان فائز و بہرہ ور نہ گردیدہ حقیقت نشو و نمائے آن جماعہ، از دوستان حقیقی و یکجہتان آن اعزہ از روئے تاکید تحقیق نمودہ بدستیاری خامہ مشکین شمامہ از روئے امتیاز درین میخانہ مندرج گردانید[2]"

تاہم اس نے بعض مقامات پر بہت ہی عجیب و غریب غلطیاں کی ہیں، مثلاً دیوان عرفی کے متعلق اس کا محقق بیان ہے کہ "تحقیق پیوستہ کہ آن مطلع دیوان نکتہ پروری درایام حیات خود دیوان ترتیب نداد اما بعد از فوت او یکے از دوستان یک جہتی او این دیوانے کہ الحال درمیان مردم است مرتب ساختہ است و عدد ابیات آن ہمگی از قصیدہ و غزل و مثنوی و غیرہ قریب بہ دوازدہ ہزار و پانصد بیت ہست[3]" حالانکہ یہ بات متعدد طریقوں سے ثابت ہوچکی ہے کہ چھ ہزار اشعار کے تلف ہوجانے کے بعد سنہ ۹۹۶ء میں اس نے اپنا دیوان مرتب اور اسکے تین سال بعد مرتے وقت یہ دیوان اور دوسرے اشعار عبدالرحیم خانخانان کے پاس بھیجدیئے جسنے اسکی وفات سے ربع صدی بعد ان کو محمد قاسم سراج کے حوالہ کیا، اور سال بھر کی شبانہ روز کی محنت مین دیوان کی ترتیب پوری ہوئی، کل چودہ ہزار شعر تھے[4]۔

۱؎ میخانہ صفحہ ۲۹، ۲؎ ،، صفحہ ۳۰-۳۲ و ۳، ۳؎ ،، صفحہ ۱۲۵ ۴؎ شعر العجم حصہ سوم صفحہ ۹۰-۹۷

اس کے باوجود اسکی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے بعض ایسے شعراء کے تراجم بھی دیئے ہیں جو دوسرے تذکرون مین نہین ملتے، اور بعض شعراء کے تراجم جو دوسرے تذکرون مین مجمل ہیں، اسمین مفصل بیان کئے گئے ہیں[1]؛ مگر اس کے ساتھ اس نے بعض ایسے شعراء کا ذکر بھی نہین کیا ہے جنکے ساقی نامے موجود تھے اور جو اس سے پہلے یا اس کے ہمعصر تھے، مثلاً ترابی جو اکبر کے زمانہ مین ہندوستان مین تھا اس نے ایک مستقل ساقی نامہ لکھا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے،

دلا تا بکے پارسائی کنیم،

ززہد ریا خودنمائی کنیم[2]

یا زلالی جس نے اپنے سبعہ سیارہ مین میخانہ نام ہی ایک مستقل مثنوی لکھی ہے، اور اسے چالیس قدحون پر تقسیم کیا ہے، یا فیاض جو عبدالرزاق مصنف گوہر مراد کے نام سے زیادہ مشہور ہے یا کلیم جو برسون ہندوستان مین رہ کر سنہ ۱۰۲۳ھ مین اپنے وطن واپس گیا تھا یا احسن جو عہد جہانگیر کا ممتاز علم دوست رئیس تھا انکے تذکرے مطلق نہین ہین؛ پروفیسر محمد شفیع صاحب نے میخانہ کے بعد ایک اور دوسری اسی قسم کی کتاب کا جو میخانہ کے طرز پر لکھی گئی ہے تذکرہ کیا ہے، لیکن وہ ہماری نظر سے نہین گذری ہے اور میخانہ کی طرح شائد وہ بھی خلعت قبولیت عام حاصل نہ کرسکی، البتہ اس عہد کے بعد اشرف، بیدل، حسینی، فوقی وغیرہ کے دیوانون مین مستقل ساقی نامے نظر آتے ہین،

مصنف میخانہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہایت صفائی سے ہر شاعر کے کلام پر اظہار رائے کرتا ہے اور اس کے مشق سخن مین اگر ترقی ہوتی ہے تو اسے داد دیتا ہے، مثلاً باقی کے حالات مین لکھتا ہے کہ اول مرتبہ وہ اس سے سنہ ۱۰۲۳ھ مین اجمیر مین ملا تھا اور اس نے "جوانے دید درس بربست سالگی.... دران بلدہ (اجمیر) دلپذیر با اکثر ارباب معانی صحبتہائے داشت[3]" اس کے بعد سنہ ۱۰۲۹ھ پٹنہ مین دوبارہ ملاقات ہوتی ہے تو دیکھتا ہے کہ "درسخنوری بغایت پیش آمدہ"

۱؎ دیباچہ میخانہ صفحہ ادن ۲؎ ،، ۳؎ ،، ۴؎ فہرست کتب خانہ پٹنہ جلد ۳،

اس نے ملا پرتوی کے جو نہایت ہی کم معروف شاعر ہے، ساقی نامہ کو بہترین بتایا اور یہ اس کی غیر جانبداری کی بڑی دلیل ہے[1]، اسی قسم کی متعدد نمایان خصوصیتون کو مرتب نے بھی اپنے دیباچہ مین لکھا ہے،

اب ہم نفس میخانہ اس کے مصنف اور اس کے مرتب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہین،

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مولوی شفیع صاحب کو ایک ایسے مفید تذکرہ کے صرف دو ہی نسخے دستیاب ہوئے، اور انھی دو کی مدد سے پروفیسر ممدوح نے نہایت ہی قابلیت، محنت اور حتی الامکان صحت کیساتھ کتاب کو اڈٹ کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے، ہم کو نہایت افسوس ہے کہ ہم میخانہ کے اس نسخہ کا جو مولانا شبلی ؒ کے پاس تھا اور جسکی وجہ سے یہ کتاب علمی دنیا مین روشناس ہو کر آج ہمارے سامنے ہے، پتہ نہ چلا سکے، البتہ ایک خط سے جسمین انھون نے یہ کتاب مانگی ہے، یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی چھوٹی ہی تقطیع کا نسخہ تھا، یہ خط مولانا سید سلیمان صاحب کے نام ہے اور اس کے الفاظ یہ ہین:-

"میری کتابون مین ایک قلمی کتاب، فارسی زبان مین میخانہ نام ہے، چھوٹی تقطیع ہے اور شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے، اور موضوع صرف وہ شعراء ہین جنھون نے کوئی ساقی نامہ لکھا ہے[2]"

مولانا شبلی نے اپنا تمام کتب خانہ ندوہ کو دیدیا تھا جسنے وہان بھی دریافت کیا لیکن جواب نفی مین ملا، اگر یہ نسخہ مل جاتا تو کم از کم ابتدائی صفحہ اور دوسرے اختلافات کی ایک گونہ تصحیح ہو جاتی، پھر بھی نہین سے کچھ بہتر ہے کہ نہین اصول پر موجودہ دو نسخون ہی کی مدد سے جس بہتر طریقہ سے اس کتاب کو اڈٹ کیا گیا ہے وہ ضرور لائق صد تحسین ہے، ہان پروفیسر ممدوح کا بیان بالکل صحیح ہے کہ مولانا شبلی والے نسخے سے جو بیانات شعر العجم حصہ دوم اور سوم مین نقل کئے گئے ہین ان مین اور ان دو نسخون کے بیانات مین اختلافات بھی ہین، مثلاً حافظ کی تقسیم اوقات شعر العجم مین ۳ حصون مین ہے اور میخانہ شفیع مین چار، اسی طرح طالب کے متعلق جو عبارت نقل ہوئی ہے اس مین بھی عبارتون مین سخت اختلاف ہے، اس سلسلہ مین یہ معلوم کرنا خالی از

[1] میخانہ صفحہ ۱۱۱ [2] مکاتیب شبلی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، طبع اول

دلچسپی نہ ہوگا، کہ ڈاکٹر براؤن نے جہان ترجمۂ حافظ مین شعر العجم کا ترجمہ لکھا ہے، وہان "دادا" کی جگہ باپ کا شیر از آنا ظاہر کیا ہے،

کتاب کی طرح غریب مصنف کا حال بھی پردۂ خفا مین ہے اور بجز ایک تاریخ محمد شاہی کے جس کا مرتب نے حوالہ دیا ہے، اس کا جو کچھ کم و بیش حال معلوم ہوتا ہے وہ اسی میخانہ سے معلوم ہوتا ہے، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے ہندوستان کے کتب خانون پر جو رپورٹ شایع کی تھی اس مین البتہ اس کا کچھ حال لکھا ہے، لیکن وہ بھی رامپور کے نسخہ سے ماخوذ ہے،

اب ہم مرتب کی خدمات کا ذکر کرنا چاہتے ہین، پروفیسر شفیع نے جس بہتر اور موجودہ تحقیقات کی طرز پر نہایت ہی محنت، جانفشانی کے ساتھ اسکی طرف اعتنا کیا ہے وہ عرصہ تک علم دوست حلقہ سے داد کمال حاصل کرتا رہے گا، اور آئندہ مرتبون کے لیے باعث ہدایت ثابت ہوگا،

مرتب نے ابتدا مین ایک عالمانہ دیباچہ لکھا ہے، جسمین مصنف کے حالات کیساتھ اوسکی تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے، اور پھر میخانہ کے خصائص پر مفصل طور پہ بحث کی ہے، اس کے بعد قلمی نسخون کے بعض خطی خصوصیات کا ذکر ہے، اس کے بعد ارتقائے ساقی نامہ پر ایک اچھا سا پراز معلومات مضمون ہے، پھر ان کتابون کی فہرست ہے، جس سے ان کی ترتیب مین مدد لی گئی ہے، ان کی تعداد تقریباً ۶۲ ہے، اس کے بعد فہرست شعراء ہے، اور پھر اصل کتاب،

اصل کتاب کو مصنف نے تین طبقون پر تقسیم کیا ہے (۱) در ذکر سخنورانی کہ داعی حق را لبیک اجابت گفتہ و سر در نقاب خاک تیرہ کشیدہ اند، اس مین ۲۷ شعراء کا تذکرہ ہے (۲) "در ذکر شاعرانے کہ درین ایام خجستہ فرجام در حیات اند و اشتہار سرشاری دارند" اس مین خود مصنف کا ترجمہ شامل کر کے بیس شعراء کا حال ہے، مگر خود اصل کتاب مین مخدوم بن بسنت و دو ساقی نامہ ہے، امید کہ دو نام رہ گئے ہون، جنکو مصنف نہ پڑھا سکا ہو یا پھر یہ غلطا لکھ گیا ہو اور (۳) در ذکر فضلائے کہ مولف کتاب با ایشان برخوردہ و با ایشان صحبت داشتہ، اس مین ۵۲ شعراء ہین، اس طرح کل مجموعی تعداد

ا، ہوتی ہے،

مگر اس کتاب کی اہم ترین شے جو اگرچہ "بقامت کہتر" لیکن "بقیمت بہتر" ہے، وہ حواشی ہین جو ہر تاریخی و علمی چیز پر مرتب نے لکھا ہے، اور در اصل یہی حواشی پروفیسر موصوف کی وسعتِ نظر، کمالِ محنت، اور انتہائی باریک بینی و تحقیق کے بہترین شاہد ہین، ہر مصنف، ہر کتاب، بلکہ ہر نام کے متعلق متعدد و مستند کتابون کے حوالے، ان پر محاکمے اور اسی طرح کی دوسری محققانہ چیزین، نہ صرف کتاب کو بہت بلند کر دیتی ہین، بلکہ ہر طالب علم کے لیے ایک اچھا خاصہ مجموعۂ معلومات مل جاتا ہے، اور اس کامیاب جانفشانی کے لیے ہم پروفیسر ممدوح کو مبارکباد دیتے ہین،

البتہ بعض مواقع پر انھون نے صرف ریو کے حوالہ پر اکتفا کر کے مضمون کو تشنۂ تحقیق چھوڑ دیا ہے، مثلاً نظامی کے خمسہ کے متعلق ریو سے بہتر ولیم بشر (Dr. WILHELM BACHER) نے جرمنی زبان مین لکھا ہے اور جسکی تلخیص ڈاکٹر براؤن نے ادبیاتِ فارسی کی دوسری جلد مین دی ہے، یا پروفیسر محمود شیرانی کا مضمون رسالہ اردو جنوری ۲۶ء، لیکن پروفیسر ممدوح نے صرف ریو ہی پر بڑی حد تک اکتفا کیا ہے، اسی طرح اردو عبارتون مین بھی بعض جگہ روانی کا فقدان ہے، مثلاً "۱۹ برس کی عمر مین وہ مشہد زیارت کے لیے آیا، یہ ہونا چاہیے کہ ۱۹ برس کی عمر مین وہ زیارت کے لیے مشہد آیا" بعض جگہ طباعت کی بھی غلطیان رہ گئی ہین، مثلاً "ایسے انداز لکھتے ہین" بجائے "ایسے انداز سے لکھتے ہین" یا "گنجد" بجائے "گنجے" وغیرہ، لیکن یہ ناقابلِ التفات غلطیان ہین، اور ہم پروفیسر ممدوح کو ایک مرتبہ پھر مبارکباد دیتے ہین کہ ساقی نوازون کے جھرمٹ مین میخانہ بدوش آنے کے بعد بھی ان سے کوئی لغزش نہ ہوئی اور نہ صرف جام و سبو اور خم و پیالہ بلکہ پورا میخانہ کا میخانہ صحیح و سلامت نکال لے گئے،

ان اصل کتاب کے آخر مین مرتب نے دو مفصل فہرستین بھی دی ہین، پہلی فہرست اسمائے رجال کی ہے اور دوسری مقامات کی، اردو مین اس قسم کی فہرستون کی ترویج کی کوشش کا سہرہ بھی شاید ان ہی کے سر رہیگا، کتاب بل (۵۲) × ز (۷) × ۲۲×۱۶×۶۶ صفحات پر مشتمل ہے، مجلد ہے، لکھائی و چھپائی بھی معقول ہے، قیمت درج نہین، پتہ :- مسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشرز انارکلی لاہور،

"ن"

مطبوعاتِ جدیدہ

مسند عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیز کا شمار محدثین کے نزدیک خلفائے راشدین مین ہے، خالص شرعی انداز کی خلافت صرف چھ بزرگون نے کی ہے، خلفائے اربعہ، امام حسن اور حضرت عمر بن عبد العزیز، یہ نہ صرف خلیفہ تھے بلکہ بڑے پایہ کے فقیہ اور محدث بھی تھے، ان کے فتاوی اور احکام فقہ مین نظیر سمجھے جاتے ہین، امام مالک نے موطا مین ان کے فیصلون سے استناد فرمایا ہے، ابن اثیر کے استاذ، شیخ ابو حفص عمر بن طبرزد نے ان کی ان حدیثون کو ایک جزء مین الگ جمع کیا تھا، جسے انھون نے اپنے شیوخ ابو المواہب وراق اور ابو بکر انصاری سے سنا تھا، اسی کا نام مسند عمر بن عبد العزیز ہے، اس مسند کا ذکر عام کتبِ فقہ و حدیث مین نہین ملتا، لیکن ابن حجر کی تلخیص الحبیر مین ایک موقع پر اس کا ذکر آیا ہے، اسمین جو حدیثین ہین وہ سب مختلف کتبِ حدیث مین مل جاتی ہین، چار پانچ برس ہوتے ہین کہ مکتبۂ سلفیہ ملتان نے اس کو چھاپ کر شائع کر دیا ہے، چنانچہ اسی مکتبہ سے وہ ۲۰ برس پہلے چھپی اسی مسند کو دوبارہ دانستہ یا نادانستہ حال مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے بھی شائع کیا ہے، بنگال کا نسخہ بدرجہا قابلِ ستائش ہے، لیکن افسوس اسکی خوبیون سے صرف مستشرقین یا وہ علما فائدہ اٹھا سکتے ہین جو انگریزی بھی جانتے ہین، اس کتاب کی تصحیح و تہذیب کے فرائض مسٹر اے، ایچ، ہارلے نے انجام دیے ہین،

اصل کتاب تو صرف ۲۴ صفحات مین ختم ہو جاتی ہے، شروع مین ۲۴ صفحات کا انگریزی زبان مین ایک مقدمہ ہے، جسمین حضرت عمر بن عبد العزیز کے مختصر حالات زندگی، اصطلاحِ مسند کی تشریح، اور مسند عمر بن عبد العزیز کے متعلق مختصر نوٹ، اور ابو حفص عمر بن طبرزد سے لیکر حضرت عمر بن عبد العزیز تک ہر راوی پر کلام ہے، آخر مین اشخاص و قبائل کی ایک فہرست ہے، اس کے بعد اصل کتاب کی حدیثون کے متعلق ضروری اشارات ہین اور ہر حدیث کا درجہ بتایا گیا ہے، یہی چیز ہے جس نے اس کتاب کو بہت زیادہ قابلِ وقعت بنا دیا ہے،

جناب ایچ بالنے کو اس کام کے انجام دینے مین مولوی محمد یحیی صاحب اسسٹنٹ مولوی مدرسہ کلکتہ نے بہت کافی مدد دی ہے، پہلے حدیثون پر آخر مین جو اشارات ہین، قابلِ اعتماد ہو سکتے ہین،

التذکیر بآیۃ التطہیر، سورۂ نور مین ایک آیت ہے۔

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا، اے گھر والو، خدا کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے نجاست دور کرے اور تم کو پاک کرے،

شیعی حضرات کے نزدیک اس آیت مین امہات مسلمین کا ذکر نہین ہے، بلکہ صرف آل عبا کا نام اہل بیت ہے خان بہادر مولوی تجمل حسین صاحب گوپاموی مدراسی نے اس رسالہ مین ثابت کیا ہے کہ اصلی اہل بیت امہات مسلمین ہین، خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب اگرچہ مناظرانہ انداز مین ہے، مگر تہذیب، شائستگی اور مدارات کو ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے، مصنف سے نرمل کھڑی مدراس سے ملے گی،

فطرت اطفال، فطرت اطفال کرسچین ڈی لارسن کی ایک قابلِ قدر کتاب دی سائنٹفک ٹرننگ آف دی چلڈرن کا اردو ترجمہ ہے، جس مولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی نے اردو کا لباس پہنایا، اس کتاب مین بتایا گیا ہے کہ ہر شخص مین ایک فطری رجحان اور خاص قسم کی دماغی استعداد ہوتی ہے، اور اس استعداد کا کافی لحاظ رکھتے ہوئے بچون کی تربیت کا اصول بتایا گیا ہے، کتاب اس قابل ہے کہ والدین اور معلم اطفال کے پاس ہو، پتہ :- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، سلطان جہان منزل علی گڈہ

توحید فی الاسلام، اس کتاب مین جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلامی عقیدۂ توحید کی تشریح کی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بتایا ہے کہ اس عقیدہ کا تہذیب، تمدن، معاشرت، اور اخلاق پر کیا اثر پڑتا ہے، خواجہ صاحب کی کتابین جس خاص انداز کی ہوتی ہین وہ انداز اس کتاب مین بہت نمایان ہے، اور عقلیت کا پہلو صفحہ صفحہ پر غالب ہے، قیمت : پتہ مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور،

مجلد نوزدہم ۱۹	ماہ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۷ء	عدد سوم ۳

مضامین